بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر ابن کثیر اردو پارہ ۱۱

فہرست اہم مضامین

یہ تفسیر کشمیر میں ملنے کا پتہ: مکتبہ مسلم بربرشاہ سری نگر کشمیر ۔ ناشر: مسعود پبلشنگ ہاؤس دیوبند

پارۂ یَعْتَذِرُوْنَ!

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ

یہ لوگ تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے جب تم اُن کے پاس واپس جاؤ گے.

قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ

آپ کہہ دیجئے کہ یہ عذر پیش مت کرو ہم کبھی تم کو سچا نہ سمجھیں گے اللہ تعالیٰ

نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ

ہمکو تمہاری خبر دے چکے ہیں اور آئندہ بھی اللہ اور اس کا رسول تمہاری کارگزاری

وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ

دیکھ لیں گے پھر ایسے کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا

وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾

جاننے والا ہے پھر وہ تم کو بتا دے گا　جو کچھ تم کرتے تھے.

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ

ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جائیں گے جب تم انکے پاس واپس

لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ

جاؤ گے تاکہ تم انکو ان کی حالت پر چھوڑ دو سو تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو وہ لوگ بالکل

رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

گندے ہیں اور اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے. ان کاموں کے بدلے جو کچھ وہ کیا کرتے

يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ

تھے.　یہ اس لئے قسمیں کھاویں گے کہ تم اُن سے راضی ہو جاؤ سو اگر

فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ

تم اُن سے راضی بھی ہو جاؤ　تو اللہ تعالیٰ تو ایسے　شریر لوگوں

الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾

سے　راضی　نہیں　ہوتا ۞

اللہ تعالیٰ نے منافقین سے متعلق یہ معلوم کرا دیا ہے کہ جب تم مدینہ واپس ہو گے تو تمہارے سامنے اپنے عذرات پیش کریں گے لیکن تم اُن سے کہہ دو کہ عذرات باطلہ پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہم تمہاری بات کو کبھی سچ نہ مانیں گے اللہ پاک نے ہمیں تمہارے احوال معلوم کرا دیئے ہیں عنقریب اللہ پاک تمہارے اعمال دنیا میں لوگوں کے سامنے ظاہر فرمائے گا اور تمہیں تمہارے اچھے بُرے سارے اعمال کی خبر دیدیگا اور پھر اپنے اعمال کا نتیجہ بھی دیکھنا پڑے گا پھر اِن سے متعلق مزید خبر دی گئی کہ وہ قسمیں کھا کھا کر بیان کریں گے تاکہ تم ان سے درگزر کر جاؤ اور چشم پوشی کر لو. یہ اس وقت ہو گا جب تم مدینہ واپس ہو جاؤ گے لیکن تم ہرگز انکی تصدیق نہ کرنا اور اُن سے اظہارِ حقارت کے لئے اعراض کر جاؤ انمیں نفس کی گندگی ہے، ان کے باطن اور اُن کے اعتقاد نجس ہیں آخرت میں انکا ٹھکانہ دوزخ ہے اور یہ ان کے اعمال کا یعنی خطاکاریوں کا صحیح بدلہ ہے اور یہ بھی بتلا دیا کہ اگر تم اُن سے اُن کی قسمیں کھانے کے سبب راضی ہو بھی جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں سے راضی نہ ہو گا جو خدا کی طاعت اور رسول صلعم کی فرماں برداری سے باہر ہو گئے ہیں وہ لوگ فاسق ہیں اور فسق کے لغوی معنی باہر نکلنے کے ہیں، کہتے ہیں، اَلْفَارَةُ فُوَيْسِقَةٌ یعنی چوہا خرابیاں اور فساد پیدا کرنے کے لئے ہی اپنے بل سے نکلتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے فَسَقَتِ الرُّطَبَةُ. یعنی ڈالیوں سے کھجور کے خوشے نکل آتے ۞ ۞

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ

دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور اُن کو ایسا ہونا ہی

اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى

چاہیئے کہ ان کو ان احکام کا علم نہ ہو. جو اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلعم پر

رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾ وَمِنَ

نازل فرمائے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔ اور ان دیہاتیوں

الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّ

میں سے بعض بعض ایسا ہے کہ جو کچھ خرچ کرتا ہے اُس کو جرمانہ سمجھتا ہے اور تم

يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ

مسلمانوں کے واسطے گردش کا منتظر رہتا ہے، برا وقت اُن ہی پر پڑنے والا

السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ

ہے اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں۔ جانتے ہیں۔ اور بعضے اہل

الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

دیہات میں ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان

الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ

رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسکو عند اللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول

وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ

کی دعا کا ذریعہ بناتے ہیں یاد رکھو کہ انکا یہ خرچ کرنا بے شک اُنکے لئے موجب قرب ہے

سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

ضرور اُن کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾

والے بڑی رحمت والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اعراب میں کفار بھی ہوتے ہیں اور مومنین بھی اور ان کا کفر اور ان کا نفاق دوسروں کی بہ نسبت بہت عظیم اور شدید ہوتا ہے اور وہ اسی بات کے سزاوار ہیں کہ اللہ پاک نے اپنے رسول پر جو حدود و احکام نازل فرمائے ہیں ان سے بے خبر رہیں، جیسے کہ اعمش نے ابراہیم سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی بدوی زید بن صوحان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ اپنے ساتھیوں سے باتیں کر رہے تھے اور جنابِ نہاوند میں انکا ہاتھ کٹ گیا تھا اعرابی ان سے کہنے لگا کہ تمھاری باتیں تو بڑی پیاری ہیں اور تم بڑے اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن یہ تمہارا کٹا ہوا ہاتھ مجھے تمہارے بارے میں شک پیدا کرتا ہے تو زید نے کہا کہ میرے کٹے ہوئے ہاتھ سے تمھیں شک کیوں ہوتا ہے یہ تو بایاں ہاتھ ہے تو اعرابی نے کہا کہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ چوری میں بایاں ہاتھ کاٹتے ہیں کہ داہنا ہاتھ۔ تو زید بن صوحان بول اُٹھے کہ اللہ نے سچ فرمایا تھا کہ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ یعنی یہ کفار اعراب اسی کے سزاوار ہیں کہ حدود اللہ سے ناواقف رہیں امام احمدؒ نے بالاسناد ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو صحرا نشین ہوا وہ گویا جلاوطن ہے اور جو شکار کے پیچھے دوڑا دوڑا پھرتا ہے بڑا ہی بے سمجھ ہے اور جس نے کسی بادشاہ کی ہمنشینی اختیار کی، وہ فتنہ سے دوچار ہو گیا۔ ابو داؤد اور ترمذیؒ اور نسائیؒ میں بھی سفیان ثوریؓ سے یہ حدیث مروی ہے۔ ترمذیؒ نے اُسے حسن غریب بتایا ہے ثوریؒ سے روایت کے سوا اور کسی سے روایت کا ہمیں علم نہیں بدویوں میں چونکہ بدمزاجی اُجڈپن اور بدتمیزی ہوتی ہے اسلئے اللہ نے ان میں سے اپنا رسول نہیں پیدا کیا۔ بعثت نبوت ہمیشہ شہری اور مہذب لوگوں میں ہوا کی ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ: وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى یعنی ہم نے تم سے پہلے بھی جتنے رسولوں کو انسانوں کی طرف بھیجا وہ سب شہری اور متمدن تھے۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے اپنا ہدیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا تو اسوقت تک اس کا دل خوش نہ ہوا جب تک کہ اس سے کئی گنا زیادہ آپ نے اُسکے پاس نہ بھیجدیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اب میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ قرشی، ثقفی، انصاری اور دوسی کے سوا اور کسی کا ہدیہ قبول نہ کروں گا۔ کیونکہ یہ لوگ متمدن شہری ہیں مکہ، طائف، مدینہ اور حمین میں رہتے ہیں۔ اخلاق میں یہ بدویوں سے بہت اچھے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اعرابی اُجڈ بہت ہوتے ہیں ❊

اعرابی بچوں کو چومنے کے بارے میں حدیث

حدیث مسلم بالاسناد عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ چند بدوی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کیا تم اپنے بچوں کو چومتے ہو؟ تو صحابہ رضہ نے کہا ہاں تو انھوں نے کہا لیکن خدا کی قسم ہم انہیں نہیں چومتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ نے تمہارے دلوں سے محبت اور رحمت کو نکال دیا ہے تو کیا میں اسکا ذمہ دار ہوں اور اللہ خوب واقف ہے ان لوگوں سے جو اس بات کے مستحق ہیں کہ انھیں علم اور ایمان کی توفیق دی جائے اور اپنے بندوں میں علم، جہل، ایمان۔ کفر اور نفاق کی تقسیم بڑی دانشوری سے کی ہے وہ اپنی حکمت اور علم کی بنا پر جو کچھ کرتا ہے کون اس پر حرف گیری کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ انھیں میں ایسے گنوار بھی ہیں کہ خدا کی راہ میں اگر وہ کچھ خرچ کرتے ہیں تو اس کو تاوان اور خسارہ سمجھ بیٹھتے ہیں اور تم پر حوادث و آفات کے منتظر رہتے ہیں لیکن یہ حوادث انھیں پر منعکس ہونگے اور گھوم پھر کر انھیں پر نازل ہونگے اللہ اپنے بندوں کی پکار کو سننے والا ہے اور اس بات کو جانتا ہے کہ خذلان و نامرادی کا کون مستحق ہے اور نصرو کامیابی کا کون سزاوار ہے۔ اور اعراب کی ایک دوسری قسم ممدوح ہے یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کی راہ میں اگر کچھ خرچ کرتے ہیں تو اس کو اللہ کے پاس قربت و پسندیدگی کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس کے سبب اپنے لئے رسول کی دعائے خیر حاصل ہو۔ ہاں یقیناً یہ انفاق ان کی لئے قربت خداوندی کا سبب ہوگا اور اللہ پاک ان کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ اللہ بڑا غفور رحیم ہے ؛

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ

وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ

اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ

راضی ہوا۔ اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ جن میں ہمیشہ

اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (۱۰۰)

ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ میں ان مہاجرین اور انصار اور تابعین سے راضی ہوں جنھوں نے میری رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے میں سبقت کی ہے اور میری خوشنودی اس طرح ثابت ہے کہ میں نے انکے لئے جنات نعیم تیار کر رکھے ہیں۔ شعبی کہتے ہیں کہ مہاجرین و انصار میں سے سابقین و اولین وہ ہیں جنھوں نے جنگ حدیبیہ میں بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا ہے اور شعبی اور حضرت ابوموسیٰ اشعری اور سعید بن المسیب اور محمد بن سیرین اور حسن اور قتادہ نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبلتین کیطرف نماز پڑھی ؛ محمد بن کعب القرظی کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضہ ایک آدمی کے پاس سے گذرے اور وہ یہ آیت پڑھ رہا تھا وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ۔ تو عمر رضہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور پوچھا کہ کس نے تمہیں یہ پڑھایا ہے؟ تو کہنے لگا کہ ابی بن کعب رضہ نے! تو کہنے لگے اچھا چلو میں تمھیں ابی رضہ کے پاس لے چلتا ہوں تاکہ پوچھ لوں اور جب حضرت ابی کے پاس پہنچے تو پوچھا کیا تم نے اس آیت کو اس طرح پڑھنا بتایا ہے؟ تو ابی بن کعب رضہ نے کہا ہاں تو پوچھا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے؟ کہا ہاں! تو عمر رضہ کہنے لگے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہم نے وہ اعلیٰ و ارفع درجہ پالیا ہے کہ ہمارے بعد کوئی دوسرا یہ منزلت حاصل نہیں کر سکتا۔ تو ابی کہنے لگے اس آیت کی تصدیق سورۃ جمعہ کے اول میں بھی ہے یعنی وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور سورۃ حشر میں بھی ہے وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ الی آخرہ اور سورۃ انفال میں بھی ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا

مَعَكُمْ ابن جریرؒ نے اس کی روایت کی ہے اور کہا کہ حسن بصری وَالْأَنصَارُ کے لفظ کو پیش سے پڑھتے تھے اور السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ پر عطف قرار دیتے تھے۔ گویا عبارت یوں ہوئی کہ مہاجرین میں سے سابقین اولین اور انصار اور انکے تابعین سے خدا راضی ہے افسوس کہ کمبختی ہے ان لوگوں کی جو ان صحابہؓ سے بغض رکھتے ہیں انھیں گالیاں دیتے ہیں یا بعض صحابہؓ سے سب وشتم کرتے ہیں خصوصاً وہ صحابی جو تمام صحابہ کا سردار ہے۔ پیغمبرؐ کا جانشین ہے رسول کے بعد اسی کا درجہ ہے، جس کو افضل صحابہ کا درجہ حاصل ہے یعنی صدیق اکبر اور خلیفہ اور خلیفہ اعظم ابوبکر بن قحافہ رضی اللہ عنہ یہ رافضیوں کا نامراد فرقہ افضل صحابہؓ سے دشمنی رکھتا ہے انھیں گالی گلوج کرتا ہے ایسی حرکت سے خدا کی پناہ یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انکی عقلیں اوندھی ہو گئی ہیں انکے قلوب الٹ گئے ہیں۔ اگر وہ لوگ ان لوگوں کو گالیاں دیں جن سے کہ خدا راضی ہو چکا ہے اور قرآن میں اپنی رضامندی کی انھیں سند دیدی تو پھر کس منہ سے وہ قرآن پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں اب قرآن پر ایمان ہی کہاں رہا اور اہل سنت ان لوگوں کی قدر کرتے ہیں اور ان سے راضی ہیں جن سے کہ اللہ راضی ہے اور یہ اہل سنت برا بھلا کہتے ہیں تو انکو جنھیں خود خدا نے اور رسول نے برا کہا ہے اور ان لوگوں کو دوست رکھتے ہیں جن کو اللہ دوست رکھتا ہے اور ان کے خلاف ہیں کہ خدا خود جن کا مخالف ہے یہ اتباع ہدایت کرتے ہیں بدعتی نہیں ہیں۔ نبی کی اقتدا کرتے ہیں اور مذہب و اعتقادات میں نئے نئے شاخسانے نہیں نکالتے فلاح پانیوالی اور مومن بندوں کی جماعت یہی ہے

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ

اور کچھ تمہارے گرد و پیش والوں میں اور کچھ مدینے والوں میں

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ قف

ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حد کمال کو پہنچے ہوتے ہیں۔

لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۚ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ

آپ ان کو نہیں جانتے۔ ان کو ہم جانتے ہیں ہم انکو دوہری سزا دیں گے پھر

ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ (۱۰۱)

وہ بڑے بھاری عذاب کی طرف بھیجے جائیں گے۔

اللہ پاک اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دے رہا ہے کہ عرب کے قبائل میں جو مدینہ کے اطراف رہتے ہیں بعض منافق ہیں اور خود مدینہ کے رہنے والے بعض مسلمان بھی درحقیقت منافق ہیں کہ اپنے نفاق کو لئے چل رہے ہیں اور منافقت سے باز نہیں آتے چنانچہ کہا جاتا ہے شیطان مرید و مارد اور تمرد فلان علی اللہ یعنی فلاں نے خدا کی نافرمانی اور سرکشی کی۔ خدا کا قول لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ خدا کے اس قول وَلَوْ نَشَاۗءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۭ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ کے منافی اور متضاد نہیں ہے یعنی تم نہیں نہیں پہچانتے ہم انھیں خوب جانتے ہیں اور یہ قول کہ اگر ہم چاہیں تو ہم تمھیں بتلا دیں گے کہ وہ کیسے ہیں تو پھر تم انھیں جان جاؤ گے انکی صورت دیکھتے ہی اور انہیں پہچان لوگے انکی کج باتوں ہی سے یہ دونوں آیتیں آپس میں ضد نہیں، اس لئے کہ یہ اس قسم کی چیز ہے کہ یہ اسکے ذریعہ انکی صفات کی نشاندہی کی گئی ہے تاکہ وہ پہچان لئے جا سکیں یہ بات نہیں کہ تم تمام ہی منافقین کو علی التعیین جانتے ہو۔ آپ اہل مدینہ میں سے صرف ان بعض اہل نفاق کو جانتے تھے جو رات دن ملتے جلتے رہتے تھے اور جنھیں آپ صبح و شام دیکھتے تھے صحیح طور پر اسکی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو امام احمد نے بالاسناد جبیر ابن مطعمؓ سے روایت کی ہے کہ جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ وہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ مکہ میں ہمیں کوئی اجر نہیں ملا تو آپ نے فرمایا کہ اے جبیر تم لوگوں کا اجر تمھیں ضرور دیا جائے گا خواہ تم لوگ مکے نہیں لومڑی کے بھٹ ہی میں کیوں نہ ہو پھر آپنے میری طرف سر جھکا کر رازدارانہ طور پر فرمایا کہ میرے اصحاب میں بعض منافق بھی ہیں مطلب یہ ہے کہ بعض منافقین ایسی کج مج باتیں بولتے رہتے ہیں جنھیں کوئی صداقت نہیں ہوتی چنانچہ یہ بھی ایک اسی قسم کا کلام تھا جس کو جبیر بن مطعم نے سنا تھا وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا کی تفسیر میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے حذیفہ کو یہ بات معلوم کرا دی تھی کہ چودہ یا پندرہ متشخص اصحاب ایسے ہیں جو در حقیقت منافق ہیں اور یہ تخصیص اس بات کی مقتضی نہیں کہ آپ ان تمام کے نام جانتے تھے اور انکے تشخص وعینیت سے واقف تھے واللہ اعلم ۔ حافظ ابن عساکر ترجمہ ابو عمر البیروتی میں بالاسناد روایت کرتے ہوئے کہا کہ ایک آدمی جسکا نام حرملہ تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ ایمان تو یہاں ہے اور اشارہ کیا اپنی زبان کی طرف اور نفاق یہاں ہوتا ہے اور اشارہ اپنے ہاتھ سے کیا اپنے قلب کی طرف اور خدا کا نام بھی لیا تو کچھ یونہی سا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے خدا! تو اسکی زبان کو ذاکر بنا دے اور قلب شاکر بنا دے اور اس کو میری محبت عطا فرما اور مجھ سے محبت کرنیوالوں کی محبت عطا فرما اور اس کے سارے امور خیر کی طرف پھیر دے اب اس کی ساری منافقت دور ہو گئی اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ میرے اکثر ساتھی منافقین ہیں اور میں ان سب کا سردار تھا کیا ان سب کو میں آپکے پاس پکڑ کر نہ لاؤں ؟ تو آپ نے فرمایا کہ جو آپ ہی میرے پاس آجائیگا تو ہم اس کے لئے خدا سے مغفرت چاہیں گے اور جو نفاق پر اصرار کئے رہیگا اللہ اسکو دیکھ لیگا تم کسی کا راز فاش نہ کرو۔ ایسی ہی روایت ابو احمد الحاکم نے بھی کی ہے اس آیت کے بارے میں قتادہؒ نے کہا ۔ کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا جو بے تکلف لوگوں کے بارے میں اپنا یہ علم و یقین ظاہر کرتے رہتے ہیں کہ فلاں جنتی ہے فلاں دوزخی ہے اور اگر خود ان سے پوچھا جائے کہ تم بتاؤ کون ہو؟ جنتی کہ دوزخی ؟ تو کہتے ہیں میں نہیں جانتا حالانکہ آدمی اپنی نسبت تو زیادہ بہتر طریقے سے جان سکتا ہے جو دوسروں کے بارے میں جانتا ہے کہ دوزخی ہیں یا جنتی وہ تو ایسی بات کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں جسکا دعویٰ تو انبیاءؑ نے بھی نہیں کیا ۔ نبی اللہ نوح علیہ السلام نے کہا تھا کہ وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ یعنی میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کرتے ہیں اور نبی اللہ شعیب علیہ السلام نے فرمایا تھا بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ ۔ اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارے لئے خیر ہے اگر تم مومنین ہو، اور میں تم پر کوئی

نگران کار ذمہ دار تو نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ یعنی تم انکو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں ۔ ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے فلاں فلاں لوگو تم مسجد سے چلے جاؤ کہ تم منافق لوگ ہو ۔ چنانچہ بڑی رسوائی کے ساتھ وہ مسجد میں سے نکالے گئے وہ مسجد سے نکل رہے تھے اور عمرؓ مسجد کی طرف آ رہے تھے تو عمرؓ یہ سمجھ کر کہ لوگ پلٹ رہے تو شاید نماز جمعہ ہو چکی ہے شرما گئے اور شرم کے مارے ان لوگوں سے اپنے کو چھپانے لگے اور یہ لوگ بھی اپنے کو عمرؓ سے چھپانے لگے ، یہ سمجھ کر کہ عمر کو بھی ہمارے اس نفاق کا علم ہو گیا ہوگا ۔ غرض جب عمرؓ مسجد میں آئے تو معلوم ہوا کہ ابھی نماز نہیں ہوتی اور ایک مسلمان نے انھیں اطلاع دی اور کہا اے عمرؓ! خوش ہو جاؤ کہ آج منافقین کو اللہ نے رسوا کر دیا ہے ۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ مسجد سے نکالا جانا عذاب اوّل ہے اور عذاب ثانی عذاب قبر ہوگا ۔ ثوریؒ نے بھی بالاسناد یہی کہا ہے ۔ مجاہدؒ نے بھی ۔ قولہ تعالیٰ سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ کے بارے میں کہا ہے کہ اس سے مراد قتل اور قید ہے اور ایک دوسری روایت میں بھوک اور عذاب قبر سے تعبیر کی گئی ہے ۔ پھر وہ عذاب عظیم کی طرف روکے جائیں گے ابن جریج کا قول ہے کہ عذاب قبر مراد ہے پھر وہ عذاب عظیم یعنی عذاب دوزخ میں مبتلا کئے جائیں گے ۔ حسن بصریؒ نے کہا ہے کہ دنیا کا اور قبر کا عذاب مراد ہے ۔ عبدالرحمٰن ابن زید کہتے ہیں کہ دنیا کا عذاب اموال اور اولاد کے فتنہ کا عذاب ہے ۔ پھر اللہ کا یہ قول پڑھ کر سنایا ۔ فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا یعنی ان کافروں کے اموال و اولاد تمہیں متعجب نہ کر دیں اللہ کا منشا یہ ہے کہ ان چیزوں کے ذریعہ دنیا کی زندگی ہی میں اللہ انھیں عذاب میں مبتلا کر دے کیونکہ یہ مصائب ان کے لئے عذاب ہیں لیکن مومنین کے لئے باعث اجر ہیں اور آخرت کے عذاب سے مراد دوزخ کا عذاب ہے محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ پہلے عذاب سے تو مراد وہ عذاب ہے جو اسلام کے پھیل جانے سے انھیں پہنچا ہے اور بے انتہا رنج و افسوس

جو ان پر طاری ہوا ہے۔ دوسرا عذاب قبر کا عذاب ہے اور عذاب عظیم وہ ہے جو آخرت میں انھیں ملیگا، اور ہمیشہ ہمیشہ کا ملے گا۔ سعید نے قتادہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ رضہ کے کان میں کہا کہ بارہ منافقین ہیں ان میں سے چھ کو دبیلہ کافی ہے یہ نارِ جہنم کا ایک شعلہ ہے جو انکے کاندھے پر لگے گا تو سینے تک جا پہنچے گا یعنی پیٹ کے درد، اندرونی بیماریوں اور دملوں سے مریں گے اور باقی چھ اپنی موت سے مرجائیں گے۔ سعید نے ہم سے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کوئی مرتا اور وہ ان کی نظر میں مشتبہ ہوتا تو حذیفہ کی طرف دیکھتے اگر وہ اس میت کی نماز جنازہ پڑھتے تو خود بھی پڑھتے، یہ یقین کر کے کہ یہ میت ان بارہ منافقین میں سے نہیں ہے اور حذیفہ اگر نہ پڑھتے تو پھر خود بھی نہ پڑھتے۔ معلوم ہوا ہے کہ عمر رضہ نے حذیفہ سے یہ بھی پوچھا تھا کہ خدا کی قسم بتادو کہ میں ان بارہ میں سے تو نہیں ہوں تو حذیفہ نے کہا کہ تم نہیں ہو لیکن تمھارے سوا میں کسی اور کی ذمہ داری نہیں لیتا

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا

اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے معترف ہوگئے جنھوں نے ملے جلے عمل کیے

عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ

تھے کچھ بھلے اور کچھ برے　　اللہ سے امید ہے کہ ان پر

اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

توجہ فرمائیں　بلاشبہ اللہ تعالےٰ　بڑی مغفرت والے

رَّحِيْمٌ (۱۰۲)

بڑی رحمت والے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ ان منافقین کا حال بیان کرچکا۔ جو مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے سے رک گئے تھے اور شرکتِ جنگ سے بے رغبتی، تکذیب اور شک کا مظاہرہ کرتے تھے تو پھر ان گنہگاروں کا ذکر شروع کرتا ہے جو جہاد میں شریک ہونے سے باز رہے تھے صرف سستی اور آرام طلبی کے سبب حالانکہ انھیں تصدیقِ حق اور ایمان حاصل تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان منافقین کے سوا اور

دوسرے لوگ جو جہاد سے رک رہے انھوں نے اپنے قصور کا اعتراف و اقرار کرلیا لیکن یہ ایسے لوگ ہیں کہ انکے دوسرے اعمال صالحہ بھی ہیں اور ان اعمال صالحہ کے ساتھ اپنی بعض تقصیرات جیسے جہاد سے باز رہنا بھی انھوں نے شامل کر دیا ہے لیکن ان کی اس تقصیر کو اللہ پاک نے معاف فرمادیا ہے اور ان منافقین کی تقصیر کو وہ معاف نہیں کریگا اور ان کے کوئی اعمالِ صالحہ ہیں بھی نہیں۔ یہ آیت اگرچہ چند معین اشخاص کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن سارے مخلص خطاکاروں اور گنہگاروں پر بھی عام ہے اور مجاہد کا قول ہے کہ یہ ابو لبابہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جبکہ انھوں نے بنی قریظہ سے کہا تھا کہ یہ ذبح کی جگہ ہے اور ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا تھا۔ ابن عباس رضہ کا قول ہے کہ اٰخَرُوْنَ سے مراد ابو لبابہ اور ان کے اصحاب کی جماعت ہے جو غزوۂ تبوک میں شرکتِ جہاد سے پہلو تہی کئے ہوئے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ ابو لبابہ کے ساتھ پانچ آدمی اور تھے، یا سات تھے، یا نو تھے، اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس ہوتے تو ان لوگوں نے اپنے کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا اور قسم کھالی تھی کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہم کو نہ کھولیں ہم نہ کھولے جائیں اور جب آیت اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کھول دیا اور ان کا جنگ سے کوتاہی کا قصور معاف کردیا۔ بخاری رح کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کی رات دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے ایک ایسے شہر تک لے آئے جو چاندی اور سونے کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا وہاں ہمیں بعض ایسے آدمی دکھائی دیتے کہ ان کا آدھا حصۂ جسم تو نہایت ہی خوش منظر تھا اور دوسرا آدھا حصۂ جسم بہت ہی بدصورت کہ دیکھنے کو جی نہ چاہے۔ میرے ان ساتھیوں نے ان سے کہا کہ تم اس نہر میں غوطہ لگاؤ! وہ غوطہ لگا کر جب باہر نکلے تو ان کا یہ عیب جاتا رہا اور ان کے اجسام سب کے سب حسین دکھائی دیتے تھے۔ میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ یہ جنت عدن ہے اور یہی تمھاری منزل ہے!! اور کہا کہ وہ لوگ جن کا آدھا

جسم خوبصورت سا تھا اور آدھا جسم نہایت بدصورت سا۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اعمالِ نیک کے ساتھ اعمالِ بد بھی ملا رکھے تھے اور خدا کی حدود سے تجاوز کر گئے تھے اس آیت کی تفسیر میں بخاریؒ نے مختصراً اسی طرح روایت کی ہے ؛

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک

وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ

صاف کردیں گے اور ان کے لئے دعا کیجئے، بلاشبہ آپکی دعا ان کے لئے

سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾ اَلَمْ

موجب اطمینان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں۔ کیا ان کو یہ

يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ

خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے

عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ

اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی

هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

توبہ قبول کرنے میں اور رحمت کرنے میں کامل ہیں ؛؛؛

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ ان کے اموال سے زکوٰۃ وصول کر لیا کرو، یہ مالِ زکوٰۃ ان کو پاک اور مزکّٰی بنائے گا۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اَمْوَالِهِمْ کی ضمیر ان لوگوں کی طرف پھیری ہے جنھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا تھا اور اچھے اور برے دونوں قسم کے اعمال کئے تھے لیکن درحقیقت یہ حکم خاص نہیں بلکہ عام ہے اسی لئے قبائل عرب میں سے بعض مانعین زکوٰۃ نے یہ اعتقاد کر لیا تھا کہ امام کو زکوٰۃ لینے کا حق نہیں، اور یہ بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مخصوص تھی اور اسی لئے قولہٗ تعالیٰ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً سے انھوں نے دلیل لی ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور تمام صحابہؓ نے ان کی تاویل اور فہم فاسد کی تردید کر دی اور ان سے جنگ کی۔ تب کہیں انھوں نے خلیفۂ وقت کو زکوٰۃ ادا کی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کیا کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت صدیقؓ نے فرمایا تھا: کہ اگر وہ اونٹ کا ایک بچہ یا رسی کا ایک ٹکڑا بھی مالِ زکوٰۃ روک لینگے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ادا کرتے تھے تو منع زکوٰۃ پر میں ان سے قتال کروں گا۔ قولہٗ تعالیٰ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ یعنی ان کے لئے دعا کرو اور طلب مغفرت کرو جیسا کہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے مروی ہے کہ جب کسی کے پاس سے زکوٰۃ کا مال آتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حسب حکم خداوندی اس کے لئے دعا کرتے تھے چنانچہ جب میرے باپ نے مالِ زکوٰۃ پیش کیا تو حضرت نے فرمایا "اے اللہ! آلِ ابی اوفیٰ پر رحم فرما"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ! میرے اور میرے زوج کے لئے دعا فرمائیے تو کہا کہ خدا تیرے اور تیرے زوج پر رحم و کرم فرمائے ؛ قولہٗ تعالیٰ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ تمھاری دعا ان کے لئے سکونِ قلب کا سبب ہے۔ بعض نے صَلٰوۃ کو جمع قرار دے کر صلوٰۃ پڑھا ہے اور دوسرے نے واحد قرار دے کر اِنَّ صَلٰوتَكَ پڑھا ہے ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ سکون کے معنی رحمت کے ہیں اور قتادہؒ نے کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں وقار۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ یعنی اے نبی! اللہ تمھاری دعاؤں کو سننے والا ہے اور علیم ہے کہ کون تمھاری دعا کا مستحق ہے۔ امام احمدؒ کہتے ہیں کہ وکیع نے بالاسناد روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی کیلئے دعا فرماتے تھے تو وہ اسکے اور اسکے بیٹوں اور پوتوں کے حق میں قبول ہو جاتی تھی پھر ابونعیم سے بالاسناد مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کسی آدمی اور اس کے بیٹوں اور پوتوں کے حق میں ضرور مقبول ہو جاتی تھی اور اللہ کا قول اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ یعنی کیا انھیں اس کا علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی نیکیوں کو لیتا اور توبہ کو قبول فرماتا ہے اس سے مقصد توبہ اور صدقہ پر لوگوں کو ابھارنا ہے کیونکہ یہی دونوں چیزیں گناہوں کو انسان سے چھڑا دیتی ہیں اور معاصی کو ملیامیٹ کر دیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو اس کے پاس توبہ پیش کرے وہ بندے کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور جو کسب حلال کا ایک ٹکڑا بھی صدقہ کرتا ہے

تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سیدھے ہاتھ میں لے لیتا ہے پھر وہ صدقہ دینے والے کے لئے اس صدقے کی پرورش کرتا جاتا ہے اور اس کو چھوٹے سے بڑا بناتا ہے۔ حتیٰ کہ صدقہ کا وہ ایک کھجور کوہِ اُحد کے مانند ہوجاتا ہے جیسا کہ اسی حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور جیسا کہ وکیعؒ نے بھی بالاسناد ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صدقے کو قبول فرماتا ہے اور اسکو اپنے سیدھے ہاتھ میں لیتا ہے اور اس کو نشوونما دیتا ہے جیسا کہ تم اپنے گھوڑے کے بچے کو پال کر بڑا کرتے ہو، یہاں تک کہ صدقہ کا ایک لقمہ بھی احد کا پہاڑ بن جاتا ہے اسکی تصدیق کتاب اللہ عزوجل سے بھی ہوتی ہے کہ "کیا انھیں علم نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور زکوٰۃ و صدقات کو لے لیتا ہے اور قولہٗ تعالیٰ: یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ یعنی اللہ تعالیٰ سُود کے مُنافع کو برباد کر دیتا ہے اور صدقات کو اضعافاً مضاعفاً بڑھاتا رہتا ہے۔ ثوریؒ نے بالاسناد ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ صدقہ کا مال سائل کے ہاتھ میں پڑنے سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں پڑتا ہے؛ پھر عبد اللہ بن مسعودؓ نے یہ آیت پڑھی "اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ"۔ ابن عساکرؒ نے اپنی تاریخ میں بہ ضمن تاریخ عبد اللہ بن الشاعر السکسکی (جو دمشقی تھے لیکن اصل وطن حمص تھا اور فقہا میں سے تھے)، بیان کیا ہے کہ معاویہؓ کے زمانہ میں لوگوں نے جہاد کیا۔ جن کے سردار عبد الرحمٰن ابن خالد ابن ولید تھے۔ تو ایک مسلمان نے مالِ غنیمت میں سے سو دینار رُومی غبن کر لئے اور جب لشکر واپس ہوگیا اور لوگ گھروں کو چلے گئے تو اس کو ندامت نے آگھیرا۔ اس نے یہ دینار اب امیرِ لشکر کے پاس پہنچائے، اُس نے اُن کے لینے سے انکار کر دیا کہ وہ سب لوگ تو اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے جن میں یہ تقسیم کیا جا سکتا تھا اب میں تو اس کو لے نہیں سکتا اب تو تم قیامت کے روز اسکو خدا کے سامنے پیش کر دینا اب یہ آدمی صحابہؓ میں سے ہر ایک سے پوچھتا رہا لیکن سب یہی کہتے رہے پھر وہ دمشق آیا اور معاویہؓ کو قبول کرنے کے لئے کہا لیکن وہ بھی انکار کر گئے۔ وہ وہاں سے اپنی حالت پر روتا ہوا نکلا اور عبد اللہ بن الشاعر السکسکی کے پاس سے گزرا اس نے پوچھا کہ کیوں روتا ہے؟ اُس نے سارا واقعہ کہہ سُنایا کہ کوئی امیر بھی ان کو نہیں لیتا۔ تو عبد اللہ نے کہا کیا تم میری بات سُنوگے اُس نے کہا ضرور تو کہا تم معاویہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ پانچواں حصہ جو بیت المال کا حق ہے لیلو۔ چنانچہ بیس دینار اُن کے حوالے کر دو اور باقی اسّی دینار ان لشکریوں کی طرف سے خیرات کردو جو اُن کے حقدار ہو سکتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ناموں اور مقامات وغیرہ سے بھی واقف ہے وہ انھیں اس کا ثواب پہنچا دے گا۔ تو اس آدمی نے ایسا ہی کیا۔ تو معاویہؓ نے کہا کہ اگر میں نے اس کو ایسا فتویٰ دیا ہوتا تو مجھے یہ بات اپنی تمام مملکت سے زیادہ محبوب تھی اس نے بہت اچھی تدبیر بتائی ہے ؎

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ

کہدے کہ تم عمل کئے جاؤ۔ تمہارے عمل اللہ آپ دیکھ لے گا اور

رَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ

اس کا رسول اور ایماندار۔ اور ضرور تم کو ایسے کے

اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ

پاس جانا ہے جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے سو وہ تم کو تمہارا

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝١٠٥

سب کیا ہوا بتلا دے گا ؎

مجاہد کا قول ہے کہ یہ مخالفین امر اللہ کے لئے خدا کی طرف سے وعید ہے کہ اُنکے اعمال خدائے تبارک وتعالیٰ کے سامنے پیش کئے جائیں گے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین میں بھی انکے اعمال ظاہر کئے جائیں گے اور قیامت کے روز یہ ہونا ضرور ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ۔ یعنی بروزِ قیامت تمھارے اعمال پیش ہونگے

اور کوئی ڈھکی چھپی بات بھی پوشیدہ نہ رہ سکے گی۔ اور فرمایا اللہ پاک نے یَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ یعنی دلوں کے چھپے ہوئے بھید ظاہر ہو جائیں گے اور فرمایا وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ یعنی دلوں میں جو کچھ ہے وہ ظاہر ہو جائے گا اور دنیا کے لوگ اس سے واقف ہو جائیں گے۔ جیسا کہ امام احمدؒ نے کہا ہے کہ حسن ابن موسیٰ نے باسناد مرفوعاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت ص نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی سخت پتھر کے اندر بھی سما جائے جس میں نہ کوئی سوراخ باقی رہے نہ دروازہ اور اس کے اندر بھی چھپ کر کوئی عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی لوگوں پر ایسا ظاہر کر دے گا گویا یہ ان کے سامنے ہوا ہے۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ زندوں کے اعمال ان اموات پر پیش کئے جاتے ہیں جو ان کے عزیز و اقارب ہیں یا ان کے قبائل ہیں اور جو اس وقت عالم برزخ میں ہیں۔ جیسا کہ ابو داؤد الطیالسی نے کہا ہے۔ صلت بن دینار نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے اعمال تمھارے مردہ اقرباء اور عشائر پر ان کی قبروں میں پیش کئے جاتے ہیں، اگر اعمالِ خیر ہوتے ہیں تو وہ خوش ہو جاتے ہیں اور اگر بد ہوں تو دعا کرتے ہیں کہ اے خدا تو اپنی اطاعت کی انھیں توفیق عطا فرما۔ امام احمدؒ کہتے ہیں کہ عبدالرزاق نے ہمیں خبر دی کہ سفیان نے ایک شخص کو کہتے سنا کہ حضرت ص فرماتے تھے کہ تمھارے اعمال تمھارے مردہ اقارب و عشائر پر پیش کئے جاتے ہیں اگر وہ اچھے عمل ہوں تو وہ مردے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر اچھے نہ ہوں تو کہتے ہیں کہ اے اللہ! تو انھیں موت نہ دے جبتک تو انھیں بھی ایسی ہدایت نہ دے جیسی تو نے ہمیں دی تھی۔ بخاریؒ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب کسی مسلمان کا عملِ نیک تمھیں پسندِ خاطر ہو تو کہو کئے جاؤ۔ اللہ تمھارے عمل کو دیکھ رہا ہے اور اس کا رسول اور مومنین بھی اس سے واقف ہو رہے ہیں اسی قسم کی ایک

اور حدیث میں وارد ہے کہ امام احمدؒ نے کہا کہ بالاسناد انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کے اچھے عمل کو دیکھ کر خوش نہ ہو جاؤ انتظار کرو کہ اس کا خاتمہ بھی اس عملِ نیک پر ہوتا ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ عامل ایک زمانہ طویل تک نیک عمل کرتا رہتا ہے اور وہ اس نیک عمل پر مر جائے تو جنت میں داخل ہو جائے لیکن ناگہاں اس کے حالات بدل جاتے ہیں اور وہ برے اعمال کرنے لگتا ہے۔ اور ایک بندہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک زمانے تک برے اعمال کرتا رہتا ہے کہ اگر اسی پر مر جائے تو دوزخ میں چلا جائے۔ لیکن یکایک کایا پلٹ ہو جاتی ہے اور وہ نیک عمل کرنے لگتا ہے اللہ جب اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے تو موت سے پہلے اس کو نیکی کی توفیق دیدیتا ہے اور وہ نیکی پر مرتا ہے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ص یہ کیسے ہوتا ہے؟ تو فرمایا کہ قبضِ روح کے وقت وہ عملِ صالح کے ساتھ ہوتا ہے ٭ ٭ ٭

وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللَّهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ

اور کچھ اور لوگ ہیں جنکا معاملہ خدا کا علم آنے تک ملتوی ہے کہ ان کو سزا دے گا یا

وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۞ ١٠٦

ان کی توبہ قبول کرے گا، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے بڑا حکمت والا ہے

ابن عباس رضؓ اور مجاہدؒ اور عکرمہ اور ضحاکؒ وغیرہ نے کہا کہ یہ تین شخص تھے کہ جن کی توبہ کی قبولیت پیچھے پڑ گئی تھی اور وہ مرارہ بن الربیع اور کعب بن مالک اور ہلال ابن امیہ تھے اور غزوہ تبوک میں یہ بھی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ رہے تھے جنھوں نے جنگ میں شرکت نہیں کی تھی بہ سبب سستی اور آرام طلبی کے اور اس سبب سے کہ ان کے باغات میں پھل پکنے کا موسم تھا کاشت تیار کھڑی تھی، سایہ اور بہار کی لطف انگیزی کا زمانہ تھا۔ یہ کوتاہی از جنگ شک اور منافقت کی بنا پر نہیں تھی چنانچہ ان میں چند لوگ ایسے تھے جنھوں نے اپنے کو ستونوں سے باندھ رکھا تھا جیسے کہ ابولبابہ اور ان کے ساتھی۔ دوسرے چند لوگوں نے ایسا نہ

کیا اور یہ مذکورہ بالا تین اشخاص تھے۔ ابو لبابہ اور اُن کے ساتھیوں کی توبہ تو ان لوگوں سے پہلے ہی قبول ہو چکی تھی۔ اور زیر ذکر لوگوں کی توبہ کی قبولیت تعویق میں پڑ گئی تھی، حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی اور وہ یہ ہے لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ عَلَى النَّبِیِّ وَالْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الخ اور وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰۗی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ الخ یعنی اللہ نے نبی اور مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کر لی (آخر آیت تک)، اور ان تین شخصوں کی بھی قبول کر لی جو جنگ سے پیچھے رہ گئے تھے حتیٰ کہ اتنی وسیع دنیا بھی ان پر تنگ تر ہو گئی تھی اور کہیں انھیں پناہ نہ ملسکتی تھی جیسا کہ حدیث کعب بن مالک میں اس کا بیان آنیوالا ہے اور قولہ تعالیٰ اما یعذبھم واما یتوب علیھم۔ یعنی وہ تحت عفو خداوندی ہیں اگر وہ چاہے تو ان سے ایسا برتاؤ کرے اور اگر چاہے تو دیسا۔ لیکن اللہ کی رحمت تو اس کے غضب پر سبقت رکھتی ہے اور اللہ تو مستحق عقوبت کو جانتا ہے کہ کون عفو کا مستحق ہے اور وہ اپنے افعال و اقوال میں حکیم ہے اس کے سوا کوئی خدا اور کوئی رب نہیں ٭٭

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا

اور بعض ایسے ہیں جنھوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کی باتیں

وَّتَفْرِیْقًۢا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِرْصَادًا

کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا سامان

لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۭ

کریں جو اس کے قبل سے خدا اور رسول کا مخالف ہے

وَلَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ

اور قسمیں کھا جاویں گے کہ بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں اور

یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِیْهِ

اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ آپ اس میں کبھی کھڑے

اَبَدًا ۭ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ

نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے

اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ ۭ فِیْهِ

وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے

رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ

آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب

یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ ﴿١٠٨﴾

پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ان آیاتِ کریمہ کا سبب نزول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے سے پہلے مدینہ میں قبیلۂ خزرج کا ایک آدمی رہتا تھا جس کا نام تھا ابو عامر راہب۔ یہ ایام جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا اور اہلِ کتاب کا علم حاصل کر چکا تھا۔ یہ ایام جاہلیت میں ایک عبادت گزار شخص تھا اپنے قبیلہ میں اس کو بڑی بزرگی حاصل تھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور مسلمانوں کا آپ کے پاس اجتماع ہونے لگا اور اسلام کا بول بالا ہو گیا اور بدر کی لڑائی میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب رکھا تو ابو عامر پر یہ بات بہت شاق گزری اور کھلم کھلا عداوت ظاہر کرنے لگا اور مدینہ سے بھاگ کر کفار مکہ اور مشرکینِ قریش سے جا ملا اور انھیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے پر مائل کرتا تھا۔ اب عرب کے سارے قبیلے اکٹھے ہو گئے اور جنگ اُحد کے لئے پیش قدمی کی، نتیجہ میں مسلمانوں کو جو ضرر پہنچا اللہ عزوجل نے اس جنگ میں مسلمانوں کا امتحان لیا دنیا نہ سہی لیکن عاقبت تو متقین ہی کے لئے ہے۔ اس فاسق نے دونوں طرف کی صفوں کے درمیان کئی گڑھے کھود رکھے تھے ان میں سے ایک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گر پڑے آپ کو مضرت پہنچی۔ آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا نیچے کی طرف سے سامنے کے چار دانت آپ کے ٹوٹ گئے۔ سر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زخمی ہو گیا۔ ابو عامر نے شروع جنگ میں اپنی قوم انصار کی طرف بڑھ کر انھیں مخاطب کیا اور انھیں اپنی مدد اور اپنی موافقت کی دعوت دی۔ جب انصار نے ابو عامر کی یہ حرکت دیکھی تو کہنے لگے کہ

اے فاسق، اے عدو اللہ خدا تجھے برباد کرے اور اس کو گالیاں دیں اس کی عزت ریزی کی۔ اب وہ یہ کہتا ہوا واپس ہو گیا کہ میرے بعد میری قوم تو اور بگڑ گئی :: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فرار ہونے سے پہلے اس کو دعوت اسلام دی تھی اور قرآن کی وحی اسے سُنائی تھی لیکن اسلام لانے سے اس نے انکار کیا، اور سرکشی اختیار کی۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے بددعا دی کہ کمبخت جلا وطنی اور پردیس کی موت مرے۔ چنانچہ یہ بددعا اس پر کارگر ہوتی اور یہ بات اس طرح وقوع پذیر ہوئی کہ لوگ جب جنگِ اُحد سے فارغ ہوئے اور اس نے دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا تو اور بول بالا ہو رہا ہے اسلام بڑھتا چلا جا رہا ہے تو وہ ملک رُوم ہرقل کے پاس گیا اس سے نبی علیہ السّلام کے برخلاف مدد مانگی۔ اس نے وعدہ کیا۔ اس نے اپنی امیدیں کامیاب ہوتی دیکھیں تو ہرقل کے پاس ٹھہر گیا اور اپنی قوم انصار میں سے ان لوگوں کو مکہ بھیجا جو اہل نفاق تھے کہ لشکر لے کر آ رہا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوب جنگ ہو گی، ان پر غالب آجاؤں گا اور انھیں اپنی اسلام سے پہلے کی سابقہ حالت پر آنا پڑے گا۔ اور ان اہل نفاق کو حکم بھیجا کہ اس کے لئے پناہ کی جگہ بنائے رکھو اور میرے احکام اور مراسلے جو لے کر آیا کریں ان کے لئے قیام گاہ اور مامن بنائے رکھو تاکہ اس کے بعد جب وہ خود آئے تو اس کے لئے کمین گاہ کا کام دے۔ چنانچہ ان منافقین نے مسجدِ قبا کے قریب ہی ایک اور مسجد بنا ڈالی، اس کی تعمیر کر دی اس کو پختہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبوک سے نکلنے سے پہلے اس کام سے فارغ بھی ہو گئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ درخواست لے کر آئے کہ آپ ہمارے پاس آئیے ہماری مسجد میں نماز پڑھئے تاکہ اس بات کی سند ہو سکے کہ یہ مسجد اپنی جگہ قابل استقرار اور قابل اثبات ہے۔ اور آپ کے سامنے یہ بیان کیا کہ ضعیفوں اور کمزوروں کی خاطر یہ مسجد بنائی گئی ہے اور سردی کی راتوں میں جو بیمار لوگ دور کی مسجد میں نہیں جا سکتے، ان کے لئے آسانی کی غرض ہے لیکن اللہ

تعالیٰ تو اپنے نبی ؐ کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے بچانا چاہتا تھا چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ ہمیں تو اس وقت سفر در پیش ہے جب ہم واپس ہوں گے اور خدا نے چاہا تو دیکھا جائے گا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوکؔ سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف واپس ہوئے اور مدینے تک مسافت جب ایک دن یا اس سے کچھ کم رہ گئی تو جبرئیل علیہ السّلام مسجدِ ضرار کی خبر لئے ہوئے پہنچے اور منافقین کے اس راز کو ظاہر کر دیا کہ مسجد قبا کے قریب ایک اور مسجد بنانے سے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق پیدا کرنے کا مقصد ان کافروں اور منافقوں نے پیش نظر رکھا ہے وہ مسجد قبا ہے جس کی بُنیاد اوّل روز سے تقویٰ پر اٹھائی گئی ہے اس علم کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مدینے پہنچنے سے پہلے ہی چند لوگوں کو اس مسجدِ ضرار کی طرف بھیجدیا کہ اس کو منہدم کر دیا جائے جیسا کہ علی بن ابی طلحہ نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضؓ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ انصار کے لوگ تھے جنھوں نے ایک مسجد بنائی تھی اور ابو عامر نے ان سے کہا کہ تم ایک مسجد بناؤ اور جس قدر بھی تم سے ممکن ہو اس میں ہتھیار اور سامان جنگ چھپاتے رکھو اور اس کو اپنی پناہ اور کمین گاہ بنائے رہو کیونکہ میں قیصر ملک روم کی طرف جا رہا ہوں، روم سے لشکر لے کر آؤں گا اور محمد اور ان کے اصحابؓ کو مدینہ سے نکال دوں گا۔ چنانچہ یہ منافقین جب مسجد ضرار بنا کر فارغ ہو گئے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہم یہ دلی خواہش رکھتے ہیں کہ ایک بار آپ اس مسجد میں آکر نماز پڑھ لیں اور اس میں ہمارے لئے برکت کی دُعا کریں تو اللہ عزّ وجل نے یہ وحی نازل فرمادی کہ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا الی قولہ الظَّالِمِينَ۔ یعنی ہرگز اس میں نماز نہ پڑھنا یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد اوّل یوم سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے زیادہ حقدار ہے اس بات کی کہ تم اسی میں نماز پڑھو اس میں ایسے پاکیزہ لوگ ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ پاک دل رہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے ہی پاکیزہ دلوں کو پسند کرتا ہے۔ سعید بن جبیرؓ نے بھی بالاسناد یہی روایت کی ہے اور محمد بن اسحاق نے بھی بالاسناد

یہ روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے اور مقام ذی اوان میں فروکش ہوئے، مدینہ یہاں سے چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے اب مسجد ضرار والے آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ تبوک کی طرف جانے کی تیاری میں مصروف تھے اور کہا یارسول اللہؐ! ہم نے بیماروں، حاجتمندوں اور بارش اور سردی کی راتوں میں آنے والی جماعت مسلمین کی خاطر ایک مسجد بنائی ہے ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس میں تشریف لائیں اور ہمیں اس میں نماز پڑھائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس وقت تو سفر درپیش ہے اور میں بہت مصروف ہوں یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ اگر ہم واپس آئے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم تمہارے پاس آئیں گے اور تمہیں نماز پڑھائیں گے۔ چنانچہ جب آپؐ ذی اوان میں اترے تو اس مسجد ضرار کی خبر اللہ کی طرف سے آپ کو مل گئی۔ آپؐ نے بنی سالم کے بھائی مالک بن دخشم کو بلایا اور معن بن عدی یا اس کے بھائی عاصم بن عدی غرض ان دونوں کو بلایا اور فرمایا کہ تم دونوں ان ظالموں کی مسجد کی طرف جاؤ اور اس کو منہدم کر دو اور جلا ڈالو یہ دونوں فوراً گئے اور بنی سالم بن عوف کے پاس آئے یہ مالک بن الدخشم کے قبیلہ کے لوگ تھے اب مالک نے معن سے کہا، ٹھہرو میں اپنے لوگوں میں سے کسی کے پاس سے آگ لے آتا ہوں اب مالک اپنے لوگوں میں آئے۔ درخت کی ایک بڑی سی لکڑی لی اس کو سلگایا اور فوراً نکل کھڑے ہوئے اب یہ دونوں مسجد پہنچے۔ مسجد میں یہ کفار موجود تھے، ان دونوں نے مسجد کو جلادیا اور اس کو گرادیا لوگ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور قرآن کی یہ آیت ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا الخ یہ لوگ جنھوں نے یہ مسجد بنائی بارہ افراد تھے خذام بن خالد اسی کے گھر سے مسجد شقاق کی راہ نکلتی ہے اور ثعلبہ بن حاطب، بنی امیہ کے خادم، اور معتب بن قشیر اور ابوحبیبہ بن الازعر، اور عباد بن حنیف، اور حارثہ بن عامر اور اس کے دونوں بیٹے مجمع اور زید، اور نبتل الحارث اور بخرج اور بجاد بن عمران، اور ودیعہ بن ثابت، اور ابو لبابہ کے قبیلہ کے خادم۔ وہ لوگ جنھوں نے اس کو بنایا وہ قسمیں کھا کر کہہ رہے تھے کہ ہم نے تو نیک ارادے سے اس کی بنا ڈالی ہے۔ ہمارے پیشِ نظر تو صرف لوگوں کی خیر خواہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ۔ اللہ شہادت دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں یعنی جو انھوں نے قصد کیا اور نیت کر رکھی ہے، اس میں جھوٹے ہیں محض اس مقصد سے مسجد بنائی ہے کہ مسجد قبا کو ضرر پہنچائیں اور کفر کی اشاعت کریں مسلمانوں میں تفریق ڈالدیں، خدا سے اور خدا کے رسولؐ سے لڑنے کی خاطر کمین گاہ بنائے رکھیں، جہاں انکے مشورے اور کونسل ہوا کرے وہ شخص ہے ابو عامر وہ فاسق جن کو راہب سمجھتا ہے خدا اسپر لعنت کرے۔ وقولہ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں نماز پڑھنے سے ممانعت فرمادی۔ نماز نہ پڑھنے میں ان کی تابع اُن کی امت بھی ہے چنانچہ مسلمانوں کو بھی تاکید ہے کہ کبھی اس میں نماز نہ پڑھیں۔ پھر مسجد قبا میں نماز پڑھنے پر اُبھارا۔ مسجد قبا کی بنیاد شروع ہی سے تقویٰ پر ڈالی گئی ہے۔ تقوےٰ طاعت اللہ اور طاعت رسول کو کہتے ہیں۔ یہاں مسلمان مل بیٹھتے ہیں دینی مشورے کرتے ہیں اور یہ اسلام اور اہل اسلام کی پناہ کی جگہ ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ۔ اور سیاق عبارت مسجد قبا سے متعلق ہے اسی لئے حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد قبا میں نماز پڑھنا ایک عمرہ کے ثواب کے برابر ہے صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی طرف سوار ہو کر بھی آتے تھے اور پیادہ بھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اسے بنایا تو آپؐ کی سب سے پہلے تشریف آوری بنی عمرو بن عوف کے پاس تھی اور جہت قبلہ جبرئیلؑ نے معین کی تھی۔ واللہ اعلم۔ ابوداؤد نے بالاسناد ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت اہل قبا کے بارے میں نازل ہوئی ہے فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا

آپؐ نے فرمایا، کہ وہ پانی سے طہارت کرتے تھے چنانچہ ان کی تعریف میں یہ آیت اُتری ہے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب متذکرہ بالا آیت اُتری تو آپؐ عویم بن سعدہ کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ تمہاری وہ کونسی طہارت ہے کہ اللہ نے تمہارے لئے جس کی تعریف کی ہے تو عرض کی یا رسول اللہ صلعم ہم میں سے جب کوئی مرد یا عورت حاجت سے فارغ ہوتے ہیں تو پانی سے اپنی اندام نہانی کو اچھی طرح دھو لیتے ہیں تو حضرت صلعم نے فرمایا کہاں یہی بات ہے۔ امام احمد رحمہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں تشریف لائے اور کہا کہ نماز کے لئے تمہاری طہارت کی اللہ پاک نے بڑے اچھے الفاظ میں تعریف کی ہے، سو وہ تمہاری کونسی طہارت ہے تو کہا کہ یا رسول اللہ صلعم ہم کو تو اس کے سوا کوئی علم نہیں کہ یہود ہمارے پڑوسی ہیں اور وہ حاجت سے فارغ ہونے کے بعد پانی سے دھوتے ہیں چنانچہ ہم نے بھی یہی وطیرہ اختیار کر رکھا ہے: ابن خزیمہؒ اپنی کتاب حدیث میں لکھتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عویم بن ساعدہ سے پوچھا کہ تمہاری کس طہارت کی تعریف اللہ نے کی ہے تو کہا کہ ہم طہارت کرنے میں پانی استعمال کرتے ہیں۔ ابن جریر نے کہا کہ یہ آیت فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ جو اُتری ہے وہ حاجت کے بعد پانی سے دھونے والوں کی شان میں ہے: امام احمد بن حنبلؒ (بالاسناد) روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طہارت کی بہت اچھی تعریف کی ہے، وہ کیا ہے؟ تو کہا یا رسول اللہ صلعم ہم نے توریت میں پانی سے طہارت کے احکام پائے ہیں (اس میں ایک راوی عبداللہ بن سلام تھے جو اہل توریت تھے) حدیث صحیح میں وارد ہے کہ مدینے کے اندر جو مسجد نبوی ہے یہی وہ مسجد ہے جس کے لئے کہا گیا کہ تقویٰ پر اس کی بنیاد اٹھی ہوئی ہے۔ اور یہ صحیح بات ہے اس آیت پر اور اس آیت میں کوئی منافات نہیں کیونکہ جب قبا کی تاسیس اول یوم سے بر بنائے تقویٰ ہے تو بدرجۂ اولیٰ مسجد نبوی کو یہ خصوصیت حاصل ہونی چاہئے اسی لئے امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسجد تقویٰ کا اساس رکھتی ہے وہ میری یہ مسجد ہے: امام احمد رحمہ نے پھر (بالاسناد) روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو آدمیوں نے اس بارے میں اختلاف کیا کہ اس خصوصیت والی مسجد کونسی ہے؟ تو ایک نے کہا کہ وہ مسجد نبوی ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ مسجد قبا ہے یہ دونوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور تحقیق کی تو آپؐ نے فرمایا کہ اس سے یہی میری مسجد مُراد ہے: امام احمدؒ نے پھر (بالاسناد) روایت کی کہ دو آدمی اس خصوصیت والی مسجد کے بارے میں مختلف الرائے تھے ایک مسجد قبا کو اور دوسرا مسجد نبوی کو بتا رہا تھا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ مسجد تقویٰ یہ میری مسجد ہے: پھر اس کے بعد کئی حدیثیں اسی مضمون کی وارد ہیں، چنانچہ حمید الخراط المدنی نے ابوسلمہ سے پوچھا کہ تم نے اپنے باپ سے مسجد تقویٰ کے بارے میں کیا سنا؟ تو کہا کہ میں آں حضرت صلعم کے پاس آیا اور پوچھا یا نبی اللہ، مسجد تقویٰ کونسی ہے، تو آپ صلعم نے مٹھی بھر کنکریاں زمین سے اٹھائیں اور انھیں زمین پر مار کر کہا کہ وہ یہی مسجد ہے اس وقت آپ مسجد کے صحن میں اپنی بیوی کے ایک کمرے میں تشریف فرما تھے پھر وہ کہتے ہیں کہ (اس کو مسلم نے بالاسناد حمید الخراط سے روایت کیا ہے کہ خلف اور سلف کی ایک جماعت اسی بات کی قائل ہے کہ وہ مسجد نبوی ہے اور عمر بن الخطابؓ اور عبداللہ ابن عمر رضہ سے بھی یہی روایت ہے اور لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ والی آیت پاک اس بات کی دلیل ہے کہ مساجد قدیمہ میں جن کی اول بنیاد عبادت خداوندی پر اٹھائی گئی ہے نماز پڑھنا مستحب ہے اور اس استحباب کی بھی دلیل ہے کہ جماعت صالحین اور عباد عاملین کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور وضو باقاعدہ طور پر مکمل کیا جائے اور نماز میں میلے کپڑے یا گندے کپڑوں سے بالکل پاک رہیں۔ امام احمد رحمہ نے (بالاسناد) روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۃ روم

پڑھی، پڑھنے میں آپ کو کچھ شک سا ہوگیا، آپ جب واپس ہوئے تو فرمایا قرآن پڑھنے میں کچھ گڑبڑ ہوجاتی ہے دیکھو تم میں بعض لوگ ایسے ہیں جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں لیکن وضو اچھی طرح نہیں کرتے پس جو ہمارے ساتھ نماز پڑھنا چاہے اس کو چاہیے کہ وضو کامل کیا کرے وضو میں کوئی خرابی نہ کرنے پائے ذالکلاع سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپؐ نے یہ ہدایت فرمائی تھی یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حسنِ طہارت قیام فی العبادت میں آسانی پیدا کرتا ہے اور عبادت کی تتمیم و تکمیل میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ابو العالیہ نے قول وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ کے بارے میں کہا کہ پانی سے طہارت کرنا تو بیشک بہت اچھی بات ہے لیکن جن کی طہارت کی خدائے تعالےٰ تعریف فرماتا ہے وہ گناہوں سے اپنے کو پاک رکھنے والے لوگ ہیں۔ اعمشؒ کہتے ہیں کہ اس طہارت سے مُراد گناہوں سے توبہ اور شرک سے پاکیزگی ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا سے کہا کہ اللہ نے جو تمہاری طہارت کی تعریف کی ہے وہ کیسی طہارت ہے تو کہا کہ ہم پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ حافظ ابو بکر بزاز نے بالاسناد ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اہل قبا کے بارے میں اتری ہے اور جب آپ نے ان سے سوال کیا تھا تو کہا تھا کہ ہم پہلے ڈھیلے لیتے ہیں پھر پانی سے دھوتے ہیں اس کو بزاز نے روایت کیا ہے اسکو صرف محمد بن عبدالعزیز نے اور اُن سے ان کے بیٹے نے روایت کی ہے میں نے یہاں یہ تصریح اس لئے کردی کہ یہ چیز اگرچہ فقہا میں مشہور ہے لیکن اکثر محدثین متاخرین اس کو معروف تسلیم نہیں کرتے۔ واللّٰہ اعلم ؎ ؎

أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللّٰهِ

پھر آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا سے ڈرنے پر اور خدا کی

وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ

خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص کہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی کھائی کے

عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ

کنارے پر، جو کہ گرنے ہی کو ہو رکھی ہو پھر وہ اس کو لے کر آتشِ دوزخ

جَهَنَّمَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

میں گر پڑے، اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو سمجھ ہی نہیں دیتا ؎ ؎

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي

ان کی یہ عمارت جو انھوں نے بنائی ہے ہمیشہ اُن کے دلوں میں

قُلُوْبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاللّٰهُ

کھٹکتی رہے گی ہاں مگر اُن کے دل ہی اگر فنا ہوجائیں تو خیر، اور اللہ تعالیٰ بڑے

ع ۱۳ ۱۱ ۲

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾

علم اور بڑی حکمت والے ہیں ؎ ؎

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے مسجد کی بنیاد تقویٰ اور رضائے الٰہی پر رکھی ہے اور وہ لوگ جنھوں نے مسجد ضرار اور مسجدِ کفر بنائی اور مومنین میں تفریق ڈال دی اور خدا سے اور خدا کے رسول سے لڑنے کے لئے اسکو جائے پناہ قرار دیا کیا یہ دونوں برابر ہوسکتے ہیں ان لوگوں نے تو اس مسجد ضرار کی بنیاد گویا ایک گڑھے کے ڈھلتے ہوتے کنارے پر رکھی جو اسے جہنم کی آگ میں لے گری اور حدود سے تجاوز کرنیوالوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں فرماتا ہے یعنی مفسدین کے عمل کو اصلاح پذیر نہیں بناتا۔ جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ مسجدِ ضرار کو میں نے دیکھا کہ رسول اللہؐ کے حسب فرمان جب اس میں آگ لگادی گئی تو اس میں دھواں نکل رہا تھا ابن جریج کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہوا کہ بعض لوگوں نے ایک جگہ گڑھا کھودا تو اس میں سے دھواں نکلتا ہوا پایا۔ قتادہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ خلف بن یاسین کوفی کہتے ہیں کہ میں نے منافقین کی اس مسجد کو دیکھا کہ جس کا ذکر اللہ پاکؒ نے قرآن میں فرمایا ہے یہ دیکھا کہ اس میں

ایک سوراخ ہے جس میں سے دھواں نکل رہا ہے اور آج کے روز وہ جگہ گندگی پھینکنے کی جگہ ہی ہوتی ہے۔ ابن جریرؒ نے اس کو روایت کیا اور قولہ تعالیٰ لَا یَزَالُ بُنْیَانُھُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِیْبَۃً فِیْ قُلُوْبِھِمْ یعنی ان کی بنائی یہ عمارت تو ہمیشہ ان کے دلوں میں تو شک وشبہہ کی باعث ہی رہے گی اور اس عمل شنیع کا اقدام کرنے کی وجہ سے ان کے دلوں میں نفاق کا بیج بوتی رہے گی۔ جیسا کہ گوسالہ پرستوں کے دل میں گوسالہ کی محبت پڑی ہوتی تھی اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُھُمْ البتہ اس صورت میں ان منافقین کی بیخ کنی ہو سکتی ہے جب کہ اس مسجد ہی کو ختم کر کے ان کے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اللہ اپنے بندوں کے اعمال کو خوب جانتا ہے اور خیر و شر کا بدلہ دینے میں بڑا حکیم ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ
بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اُن کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے

وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ
عوض میں خرید لیا ہے کہ اُن کو جنت ملے گی وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا
ہیں۔ جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں، اس پر سچا

عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ
وعدہ کیا گیا ہے توریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں

وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا
اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم اپنی اس بیع

بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ وَذٰلِکَ ھُوَ
پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ۔ اور یہ بڑی

الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (۱۱)
کامیابی ہے۔

اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ اس نے اپنے مومن بندوں کی جانوں اور مالوں کے بدلے میں جن کو انھوں نے خدا کی راہ میں خرچ کر دیا ہے جنت کا معاوضہ دے رہا ہے اور یہ معاوضہ

معاوضہ نہیں بلکہ اس کا فضل وکرم واحسان ہے کیونکہ بندوں کی قدرت میں جو کچھ تھا وہ انھوں نے کیا اب اپنے مطیع بندوں کے لئے خدائے پاک کبھی کوئی معاوضہ قرار دے تو جنت ہی کا قرار دیگا اسی لئے حسن بصریؒ اور قتادہؒ نے کہا ہے کہ جب اللہ نے ان سے بیع وشریٰ کیا تو ان کی خدمت کی بڑی ہی زبردست قیمت دی ہے۔ اور شمر بن عطیہ نے کہا ہے کہ کوئی ایسا مسلمان نہیں جس کی گردن میں خدا کا عہد وپیمان نہ ہو، جس پر کہ اس کی موت آئی ہوتی ہو اور اس کا پابند ہوتے ہوتے اس نے جان دی ہو پھر مذکورہ بالا آیت تلاوت کی اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ خدا کی راہ میں جہاد کی خاطر نکل کھڑا ہوا گویا اس نے اللہ سے سودا کر لیا اور اللہ نے اس کے ساتھ یہ عقد قبول کر لیا اور اس کو پورا کر دیا۔ محمد بن کعبؒ القرظی وغیرہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لیلۃ العقبہ میں بیعت کے وقت کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ خدا کے لئے اور خود اپنے لئے بھی جو شرط چاہیں ہم سے منوا سکتے ہیں تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ "خدا سے متعلق تو میں تم پر یہ شرط قرار دیتا ہوں کہ اس کے سچے بندے بنے رہو۔ اس کی عبادت کیا کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ گردانو۔ اور اپنے سے متعلق تم پر یہ شرط قرار دیتا ہوں کہ جن باتوں سے تم اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو بچاتے ہو۔ میرے بھی اسی طرح خیرخواہ بنے رہو" تو پھر یہ پوچھا ہمیں کیا ملے گا؟ تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کا عوض ہے جنت تو پوچھنے والوں نے کہا کہ یہ بڑے فائدے کا سودا ہے نہ ہم عہد شکنی کریں گے نہ ہم سے عہد شکنی ہوگی۔ تو یہ آیت اتری۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ اور قولہ تعالیٰ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ۔ یعنی وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، پس قتل بھی کرتے ہیں اور قتل بھی ہوتے ہیں دونوں باتیں برابر کے ثواب والی ہیں چاہے وہ قتل کر کے غازی بنیں یا شہید ہوں، ہر صورت میں جنت اُن کے لئے واجب ہے اسی لئے صحیحین میں آیا ہے کہ جو خدا کی راہ میں نکلا اور اس نکلنے سے اس کی غرض سوائے اس کے اور کچھ نہ ہو کہ میری راہ

ہیں جہاد کرنے یا میرے رسولوں کی تصدیق کرے حتیٰ کہ کے موت آجائے تو خدا اس بات کا ذمہ دار ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے اور اگر نہ مرے تو خدا کے ذمہ ہے کہ جہاں سے وہ چلا ہے اُسے وہاں پہنچائے اور اجر مالِ غنیمت کے ساتھ بامُراد پہنچائے وقولہ تعالیٰ وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقًّا فِي التَّوۡرٰىةِ وَالۡاِنۡجِيۡلِ وَالۡقُرۡاٰنِ اُس طرح اپنے وعدے کی تاکید کے طور پر ہے اور یہ بتلایا جا رہا ہے کہ اس نے اپنی ذاتِ پاک پر اس چیز کو قرض کرلیا ہے اور اپنے رسولوں پر اس وعدہ کی وحی بھی بھیجدی ہے جو موسیٰؑ پر اُتری ہوئی توریت میں درج ہے اور عیسیٰؑ کی انجیل میں بھی ہے اور نبیؐ پر اترے ہوئے قرآن میں بھی لکھا ہوا ہے صلوٰت اللہ وسلامہ علیہم اجمعین وقولہ وَمَنۡ اَوۡفٰى بِعَهۡدِهٖ مِنَ اللّٰهِ اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے کیونکہ وہ خلاف عہد کبھی نہیں کرتا جیسا کہ ایک دوسری جگہ فرماتا ہے کہ وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيۡثًا اور وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيۡلًا اور اسی لئے ارشاد ہوتا ہے کہ خدا سے تم نے جو سودا کیا ہے اُس پر خوش ہو جاؤ اور یہ کامیابی بڑی زبردست کامیابی ہے بشرطیکہ تم نے بھی اپنا عہد پورا کرلیا ہو

اَلتَّآئِبُوۡنَ الۡعٰبِدُوۡنَ الۡحٰمِدُوۡنَ

وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے حمد کرنے والے

السَّآئِحُوۡنَ الرّٰكِعُوۡنَ السّٰجِدُوۡنَ

روزہ رکھنے والے، رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیک

الۡاٰمِرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالنَّاهُوۡنَ

باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے

عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَالۡحٰفِظُوۡنَ لِحُدُوۡدِ اللّٰهِ

باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے، اور

وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝ ۱۱۲

ایسے مومنین کو آپ خوشخبری سُنا دیجئے۔

یہ آیت پاک ان مومنین کی تعریف میں ہے کہ اللہ نے جن کی جانیں اور جن کے مال ان کے صفاتِ جمیلہ کے بدلے میں خرید لئے ہیں وہ تمام گناہوں اور سارے فواحش سے باز رہتے ہیں اور اپنے ربّ کی عبادت پر قائم ہیں۔ اپنے اقوال و افعال پر بڑی کڑی نظر رکھتے ہیں۔ اقوال میں خاص ترین چیز تو خدا کی حمد ہے اسی لئے فرمایا اَلۡحٰمِدُوۡنَ اور افعال و اعمال کی رُو سے افضل اعمال صیام ہیں۔ صیام کہتے ہیں کھانے پینے اور جماع سے باز رہنے کو، اور سیاحت سے یہی روزہ مراد ہے۔ اسی لئے فرمایا اَلسَّآئِحُوۡنَ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے قول سٰٓئِحٰتٍ میں ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرمائی گئی اور اس "سائحات" سے مراد "صائمات" ہے اسی طرح رکوع و سجود سے نماز مراد ہے چنانچہ کہا گیا اَلرّٰكِعُوۡنَ السّٰجِدُوۡنَ۔ وہ عبادتیں کرکے نہ اپنا ہی فائدہ دیکھتے ہیں بلکہ اللہ کے دوسرے بندوں کو بھی ان کو رشد و ہدایت کرکے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل پیرا ہوکر فائدہ پہنچاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ کونسا کام کرنا سزاوار ہے اور کون سے کاموں سے ترک واجب ہے اور علماً اور عملاً دونوں طرح حلال و حرام کے بارے میں خدا کی حدود کی حفاظت پیش نظر رہتی ہے چنانچہ وہ بذاتِ خود عبادتِ حق اور خیر خواہی خلق دونوں طرح کی عبادت کے عَلَم بردار ہوتے ہیں اسی لئے فرمایا پروردگار نے کہ مومنین کو خوشخبری دیدو کیونکہ ایمان ان دونوں باتوں کے اجتماع کا نام ہے اور پوری طرح کی سعادت تو اسی کو حاصل ہے جو ان دونوں باتوں سے متصف ہو۔

سیاحت سے صیام مراد ہے

سفیان ثوری بیان کرتے ہیں کہ سَآئِحُوۡنَ کے معنی صَآئِمُوۡنَ ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اللہ پاک نے قرآن میں جہاں کہیں سیاحت کا لفظ استعمال کیا ہے وہاں صیام ہی مراد ہے ضحاک رحمۃ اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس امت کی سیاحت ہے رمضان کے روزے رکھنا

مجاہدؒ، سعیدؒ، عطاؒ، عبد الرحمنؒ، ضحاکؒ اور سفیان بن عینیہؒ سب یہی خیال رکھتے ہیں کہ سائحین سے مُراد روزہ دار ہیں حسن بصری کہتے ہیں کہ سائحون سے رمضان کے روزہ دار مُراد ہیں ابوعمرد السبدی بھی یہی کہتے ہیں ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی وارد ہے ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ سائحون روزہ دار لوگوں کو کہتے ہیں. یہ حدیث موقوف زیادہ صحیح ہے. عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ سوال کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "صائمین" کو کہتے ہیں یہ حدیث مرسل ہے اور جیدؔ ہے اور اصحؔ الاقوال ہے اور یوں بھی کہا گیا ہے کہ سیاحت سے جہاد مراد ہے ابوداؤدؒ نے اپنی کتاب سنت میں ابوامامہ کی حدیث بیان کی کہ یارسول اللہؐ مجھے سیاحت کی اجازت دیجئے تو آپؐ نے فرمایا کہ میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے. عمارۃ بن غزیہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیاحت کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے جہاد فی سبیل اللہ کو اور بلندیوں پر تکبیر بولتے ہوئے چلنے کو سیاحت بنایا ہے. عکرمہ کا خیال ہے کہ اس سے علم کے طالبین مُراد ہیں اور عبد الرحمٰن بن زید نے کہا ہے کہ مہاجرین مُراد ہیں یہ دونوں باتیں ابن ابی حاتم سے مروی ہیں یہ ذہن نشین رہے کہ یہاں سیاحت سے مُراد وہ مفہوم نہیں ہے جو بعض عابد و راہب قسم کے لوگ سمجھے ہوتے ہیں کہ اس سے مجرّد سفر اطرافِ عالم مُراد ہے اور وہ لوگ مراد ہیں جو پہاڑوں اور غاروں اور جنگلوں میں پھرتے رہتے ہیں اور بستی سے بھاگتے رہتے ہیں اس لئے کہ ایسا کرنا مشروع نہیں ہے ہاں جب فتنہ کا زمانہ ہو اور دین میں تزلزل واقع ہوجائے تو یہ حدیث صحیح بخاری میں ابوسعید خدری رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جبکہ کسی کا بہترین مال اس کی بکریاں ہوں گی، جن کو وہ پہاڑیوں میں اور بارش گاہوں میں ہانکے لئے پھرتا ہوگا اور فتنوں سے

بچنے کے لئے اپنے دین کو لئے بھاگتا ہوگا الحافظون لحدود اللہ سے مراد اللہ تعہ کی اطاعت پر قائم رہنے والے لوگ مُراد ہیں. اور حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ فرائضِ الٰہی کو انجام دینے والا اور احکامِ خداوندی پر قائم رہنے والے لوگ مُراد ہیں ؛ ؛

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا

پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت

لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ

کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہوجانے

مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١١٣﴾ وَمَا

کے بعد کہ یہ لوگ　دوزخی ہیں.　اور ابراہیمؑ

كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ

کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت مانگنا　وہ صرف وعدہ کے

مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ

سبب سے تھا جو انھوں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہوگئی

أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ

کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہوگئے، واقعی ابراہیم بڑے

لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ﴿١١٤﴾

رحیم المزاج　حلیم الطبع　تھے.

مسند امام احمد میں ابن مسیب سے روایت ہے کہ ابوطالب جب بستر مرگ پر تھے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ان کے پاس ابوجہل اور عبد اللہ بن ابی اُمیہ بیٹھے ہوئے تھے آپؐ نے ابو طالب سے فرمایا کہ اے چچا آپ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہدیجئے میں اسی ایک جملہ کی آڑ لے کر خدا کے پاس آپ کی بخشش کے لئے حجت پیش کروں گا. تو ابوجہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا کہ اے ابوطالب کیا تم ملّتِ عبد المطلب سے روگردانی کروگے ؟ تو ابوطالب نے کہا کہ میں واقعی ملتِ عبد المطلب پر جان دوں گا. تو نبی صلعم نے فرمایا کہ میں اس وقت تک آپ کی مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک کہ خدا مجھے منع نہ کردے. چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی :-

مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ (تا آخر) یعنی نبی اور ایمانداروں کو یہ لائق ہی نہیں کہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں۔ تا آخر۔ اور یہ آیت بھی اسی سے متعلق نازل ہوئی اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ الخ یعنی تم جس کو دوست رکھتے ہو اس کو ہدایت نہیں کر سکتے اللہ جس کو چاہے ہدایت کرے ؛ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنے مشرک والدین کے لئے مغفرت کی دُعا کر رہا ہے تو میں نے اس سے کہا کہ مشرکوں کے لئے تم استغفار کر رہے ہو تو اس نے کہا کہ کیا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک باپ کے لئے استغفار نہیں کیا تھا؟ میں نے یہ واقعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا چنانچہ مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی ؛ لِاَبِیْہِ کے بعد لَمَّا مَاتَ (یعنی جب ابراہیم ع کے باپ مر گئے) کے الفاظ بھی کہے، لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ الفاظ سفیان نے خود کہے یا اسرائیل نے یا خود حدیث میں یہ الفاظ شامل تھے۔ میں کہتا ہوں کہ ثابت ہے کہ یہ الفاظ مجاہد نے کہے ؛ مسند امام احمد میں ہے کہ بریدہ نے روایت کی کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور سفر میں تھے کہ ایک جگہ اترے اور ہم تقریباً ایک ہزار سوار تھے آپ نے یہاں دو رکعتیں پڑھیں پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ عمر بن خطاب رض آپ کے پاس آئے اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کیوں رو رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے خدا سے درخواست کی تھی کہ میری ماں کے لئے استغفار کی مجھے اجازت دے لیکن اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی تو آگ کے خوف سے ماں پر میرا دل بڑا دکھا اور میری آنکھیں اشک آلود ہو گئیں میں نے قبل ازیں تم کو تین باتوں سے منع کیا تھا۔ زیارتِ قبور سے۔ لیکن اب قبور کی زیارت کر سکتے ہو صرف اس غرض سے کہ گورستان جانے سے تمھیں اپنی موت یاد آجائے اور تم نیکیوں کی طرف مائل ہونے لگو۔ میں نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ اٹھا رکھنے کو منع کیا تھا اب چاہے جتنا کھاؤ اور جتنا ذخیرہ کر رکھو۔ اور برتنوں سے پینے کے بارے میں میری ممانعت تھی، اب چاہے جس برتن سے پیو لیکن کوئی نشہ والی چیز نہ پینا۔ بریدہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکے کی طرف آنے لگے تو راہ میں ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے اور قبر کو خطاب فرمانے لگے پھر روتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تو ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم نے آپ کی مصروفیت دیکھی ہے تو آپ فرمانے لگے کہ میں نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت اللہ سے طلب کی تھی تو مجھکو اجازت مل گئی۔ پھر میں نے استغفار والدہ کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہیں ملی آپ اسی روز اتنا روئے کہ کبھی اتنا نہیں روتے تھے ؛ عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ ایک دن نبی صلعم گورستان کی طرف نکل کھڑے ہوئے ہم بھی آپ کے پیچھے ہو لئے آپ ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے پھر بہت دیر تک مناجات میں رہے پھر آپ رونے لگے آپ کو دیکھ کر ہم بھی رونے لگے۔ اب عمر بن خطاب رض آپ کی طرف گئے آپ نے عمر کو اور ہمیں بلایا اور پوچھا تم کیوں روتے ؟ ہم نے کہا کہ آپ کا رونا دیکھ کر ہمیں بھی رونا آگیا۔ کہنے لگے کہ قبر جہاں میں بیٹھا تھا یہ آمنہ کی قبر ہے میں نے اس کی قبر کی زیارت کی اجازت خدا سے چاہی تھی تو مجھے اجازت دیدی گئی۔ اس حدیث کو ایک دوسری طرح بھی بیان کیا گیا ہے۔ پھر حدیث ابن مسعود رض بھی تقریباً یونہی ہے لیکن اس میں اور یہ بھی ہے کہ میں نے آمنہ کے لئے دُعا کی اجازت خدا سے مانگی تھی لیکن اجازت نہیں ملی اور مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔ یعنی مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا چنانچہ اپنے باپ کے لئے ایک اولاد کا دل جیسے دُکھ سکتا ہے میرا بھی دل دُکھا میں نے تم کو زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب زیارت کیا کرو! یہ چیز آخرت کو یاد دلاتی ہے۔ ابن عباس رض سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے اور عمرہ کی نیت باندھی اور جب عسفان کی گھاٹی سے اترے تو اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ تم لوگ عقبہ میں آرام سے بیٹھو میں ابھی واپس آتا ہوں۔ آپ گئے اور اپنی ماں کی قبر کے پاس ٹھہرے اور رب سے بڑی دیر تک مناجات کی، پھر آپ رونے لگے اور بہت روئے۔ آپ کو دیکھ کر اور لوگ بھی

روتے لگے اور کہا یہاں رسولِ خدا کو کس چیز نے رلایا، کیا ایسی کوئی نئی بات تو امت میں نہیں پیدا ہو گئی جس کو آپ سہار نہیں سکتے تھے۔ آپؐ یہ دیکھ کر ان کی طرف آئے اور کہا تم کیوں روتے ہو؟ کہا یا رسول اللہؐ! آپ کو روتا دیکھ کر ہم بھی رو پڑے ہیں ہم نے خیال کیا کہ اُمت میں کوئی نیا حادثہ تو نہیں ہو گیا جس کو آپؐ برداشت نہیں کر سکے۔ فرمایا نہیں ایک معمولی سی بات تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ میں ماں کی قبر کے پاس ٹھہرا تھا اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے ان کی شفاعت کے لئے اجازت چاہی تھی۔ سو اللہ نے اجازت دینے سے انکار کر دیا مجھ پر بہت رقت طاری ہوئی کیونکہ وہ میری ماں تھیں پھر جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ "ابراہیم عؑ کا اپنے باپ کے لئے استغفار کرنا صرف اس بنا پر تھا کہ باپ سے انھوں نے وعدہ کر رکھا تھا کہ دعا کروں گا لیکن جب حکم خداوندی کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ وہ دشمنِ خدا ہے تو پھر دست برداری اختیار کی۔ پس اے نبیؐ! آپ بھی اپنی ماں سے ابراہیم عؑ کی طرح دست بردار ہو جاؤ"۔ وہ میری ماں تھیں میرا دل کیسے نہ دکھتا۔ میں نے خدا سے دعا کی تھی کہ میری امت سے چار چیزوں کا بوجھ اٹھا لے، تو اللہ تعالیٰ نے دو عذاب اٹھا لئے اور دو عذاب باقی رکھے۔ میں نے دعا کی تھی کہ آسمان سے سنگ باری میری امت پر نہ ہو جیسے دوسری اُمتوں پر ہوئی ہے اور عذاب کے طور پر زمین میں نہ دھنسا دیئے جائیں اور ان کا طبقہ الٹ نہ جائے اور یہ کہ ان میں پھوٹ اور گروہ بندی اور فرقہ واریت نہ ہو اور ان میں آپس میں جنگ نہ ہو، تو اللہ پاک نے آسمان سے سنگ باری اور غرق فی الارض سے متعلق دعا تو قبول فرمائی، اور قتال اور پھوٹ سے متعلق دعا قبول نہیں کی۔ آپؐ راستہ کاٹ کر اپنی ماں کی قبر کی طرف گئے تھے کیونکہ آمنہ ایک ٹیلے تلے مدفون تھیں یہ حدیث غریب ہے اور اس کا سیاق عجیب ہے اور اس سے بھی زیادہ عجیب اور قابلِ انکار بات تو وہ روایت ہے جو خطیب بغدادی نے کتاب "السابق واللاحق" میں بہ سند مجہول بیان کی ہے اور حضرت عائشہؓ سے

اسناد جوڑی ہے۔ یہ کہانی یوں بیان کی ہے کہ اللہ نے حضرتؐ کی ماں آمنہ کو زندہ کیا تھا، زندہ ہو کر وہ ایمان لے آئیں، پھر مر گئیں۔ سہیلی نے بھی الروض میں مجہولین کی ایک جماعت سے سند لیتے ہوئے کہا کہ، اللہ تعالیٰ نے حضرتؐ کی ماں اور باپ کو زندہ کر دیا تھا اور وہ ایمان لے آئے تھے۔ حافظ بن وحیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث جھوٹی ہے قرآن اور اجماع دونوں اس کو رد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں فرمایا ہے اَلَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَھُمْ کُفَّارٌ نہ وہ لوگ بخشے جائیں گے جو کفر کی حالت میں مر گئے ابو عبداللہ قرطبی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے مقتضیٰ پر غور کرو، اور عبداللہ نے بڑا تیر مار کر یہ استدلال پیش کیا ہے کہ یہ حیاتِ جدید بالکل اس طرح ہو سکتی ہے جیسے عصر کا وقت گزر جانے پر حضرتؐ کے معجزہ سے سورج ڈوبنے کے بعد پھر نکل آیا اور آپؐ نے نمازِ عصر پڑھ لی تھی۔ اس استدلال کے ذریعہ ابن وحیہ کی تردید کی ہے۔ طحاوی کہتے ہیں کہ شمس والی حدیث ثابت ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ حضرتؐ کے والدین کا زندہ ہو جانا نہ عقلاً ممتنع ہے۔ اور نہ شرعاً اور میں نے تو سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابو طالب کو بھی زندہ کیا تھا اور وہ ایمان لے آئے تھے میں کہتا ہوں کہ یہ سب صحتِ حدیث پر موقوف ہے اگر حدیث صحیح ہے تو کوئی مانع نہیں اور حدیث ہی صحیح نہ ہو تو کوئی جھگڑا ہی نہیں واللہ اعلم:۔ عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ماں کے لئے استغفار کا ارادہ کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے روک دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے استغفار کیا تھا تو وَمَا کَانَ اِسْتِغْفَارُ والی آیت اتری:۔ ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ لوگ اپنی اموات کے لئے استغفار کرتے تھے تو ابراہیمؑ والی آیت نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ لوگ اس ناجائز استغفار سے باز آ گئے لیکن مسلمان اپنے زندہ مشرکین کے لئے دعائے مغفرت کرنے سے نہیں روکے گئے ہیں۔ قتادہ نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ نبی صلعم کے بعض اصحاب نے کہا

یا نبی اللہ! ہمارے آباؤ اجداد بڑے نیک لوگ تھے پڑوسیوں کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کرتے تھے صلۂ رحمی کے عادی تھے قیدیوں کو چھڑادینے اور لوگوں کو تاوان ادا کرنے کے لئے رقمیں دیتے کیا ہم ان مُردوں کے لئے استغفار نہ کریں؟ تو آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں، خدا کی قسم میں بھی ابراہیمؑ کی طرح اپنے باپ کیلئے استغفار کروں گا چنانچہ ہوا یہ آیت اُتری کہ، نبی اور مسلمانوں کو اموات مشرکین کے لئے دُعا کرنا جائز نہیں پھر اللہ تعالیٰ ابراہیمؑ کی طرف سے صفائی پیش فرماتا ہے کہ ابراہیمؑ کا استغفار کو محض وعدہ کی وجہ سے تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چند کلمات مجھ پر القاء فرمائے ہیں جو میرے کانوں میں گونج رہے ہیں اور میرے دل میں قرار پذیر ہیں مجھے حکم ہوا ہے کہ بحالتِ شرک مرنے والے کے لئے مغفرت طلب نہ کروں اور جس نے اپنی ضرورت سے فالتو مال صدقہ کر دیا وہ اس کے لئے بڑی خیر کا سبب ہے اور جس نے روک رکھا وہ اس کے لئے شر کا سبب ہوگا اور حسبِ ضرورت کھانے اور خرچ کرنے پر اللہ کا کوئی اعتراض نہیں :: ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی مر گیا اس کا بیٹا مسلمان تھا وہ اس کے کفن دفن کے لئے آیا تک نہیں ابن عباسؓ کو علم ہوا تو کہا کہ بیٹے کو سزاوار تھا کہ باپ کا جا کر کفن دفن کرتا اور زندہ رہنے تک اس کی خیر و فلاح کے لئے دُعا کرتا اور مرجانے پر اس کو اس کے حوالے کر دیتا اور اس کے لئے دعا نہ کرتا اُس کی صحت کی شہادت اس روایت سے ملتی ہے جو علی رضؓ سے مروی ہے کہ جب ابوطالب مر گئے میں نے کہا یا رسول اللہؐ! آپ کے گمراہ چچا مر گئے ہیں تو آپؐ نے فرمایا، جاؤ انھیں دفناؤ اور کچھ نہ کرنا میرے پاس آنا۔ پھر پوری حدیث بیان کی اور روایت کی نبی صلعم کے سامنے سے جب ابوطالب کا جنازہ گزرا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ چچا میں نے تو صلۂ رحمی کا حق ادا کر دیا۔ اور عطا بن ابی رباح کہتے ہیں کہ میں کسی اہل قبلہ کی نمازِ جنازہ پڑھنے نہ رکوں گا خواہ وہ ناجائز حمل والی کوئی حبشن ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ صلوٰۃِ جنازہ دعا ہے اور مشرکین کے سوا کسی کے لئے دُعا کرنے سے خدا نے نہیں روکا ہے :: ابن جریر سے روایت ہے کہ ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ اللہ اس آدمی پر رحم کرے جو ابوہریرہؓ اور اس کی ماں کے لئے دُعائے مغفرت کرے میں نے کہا اور باپ کے لئے تو ابوہریرہؓ نے فرمایا نہیں میرا باپ مشرک مر گیا تھا اور قولہ تعالیٰ فَلَمَّا تَبَيَّنَ کے بارے میں ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ باپ کے مرنے تک استغفار کی دُعا کرتے رہے اور مرجانے کے بعد جب معلوم ہوا کہ وہ عدو اللہ تھا تو دست برداری اختیار کر لی۔ اور سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ قیامت کے روز ابراہیمؑ جب باپ سے ملیں گے تو ان سے دست بردار رہیں گے۔ باپ بدحواس اور پریشان ہوگا اور کہے گا کہ اے ابراہیم میں نے تیری نہیں سُنی لیکن آج تیرا خلاف نہ کروں گا تو ابراہیم کہیں گے، اے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا ہے کہ قیامت کے روز مجھے رُسوا نہ کرے گا پس آج کے روز اس رسوائی سے بڑھ کر اور کونسی رُسوائی ہو سکتی ہے تو کہا جائے گا کہ تم پیچھے پلٹ کر تو دیکھو، دیکھتے ہیں کہ ایک نیم جان جانور لتھڑا پڑا ہے اور ایک بجو کی شکل میں مسخ شدہ ہے جس کی ٹانگیں کھینچ کر دوزخ کی طرف لے جایا جا رہا ہے :: قولہ تعالیٰ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ "اَوَّاہ" کے معنی ہیں بہت دُعا درازی کرنے والا۔ ابن الہاد سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ "اَوَّاہ" کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا بہت تضرع کرنے والا۔ ابن مسعودؓ نے اس کے معنی رحیم بتاتے۔ قتادہ وغیرہ نے رحیم بعباد اللہ کہا ابن عباس اس کے معنی مومن بتاتے ہیں علی ابن ابوطلحہ مومن تواب کہتے ہیں :: عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ ذوالبجادین نامی ایک شخص کے بارے میں حضرتؐ نے فرمایا کہ یہ اوّاہ ہے جہاں کہیں قرآن میں اللہ کا نام آجاتا تو یہ شخص دُعا کا ایک نعرہ بلند کرتا۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صبح کے وقت تسبیح کی جو پابندی کرتا ہے اس کو اوّاہ کہتے ہیں۔ ابوایوب کہتے ہیں کہ اوّاہ وہ ہے جو اپنے خطایا کو یاد

کر کے استغفار کرتا ہے مسلم بن بیان کہتے ہیں کہ ایک آدمی کثرت سے ذکر و تسبیح کرتا تھا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو "اواہ" کہا ابن عباس رض سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دفن کرنے کے بعد کہا خدا تجھ پر رحم کرے تو ایک مرد اواہ تھا حضرت کی مراد تھی کہ قرآن کی بہت تلاوت کرنے والا تھا ایک شخص کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہوئے بوقت دعا آہ آہ کرتا تھا۔ حضرت کے سامنے ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا وہ "اواہ" ہے ابوذر رض کہتے ہیں کہ ایک رات میں باہر نکلا تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی شخص کو چراغ ساتھ لئے دفن کر رہے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے اس کو ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ سب سے اچھا قول تو یہ ہے کہ اس کے معنی دعا کے ہیں اور یہ سیاق کے مناسب بھی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے جب ذکر کیا کہ ابراہیم کا استغفار بر بناء وعدہ تھا اور ابراہیم کثیر الدعا تھے، ناروا برتاؤ کرنیوالے کے ساتھ حلیم تھے اور اسی لئے تو باپ کی اذیت پہنچانے کے باوجود اس کے لئے استغفار کرتے تھے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:۔

اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰاِبْرٰهِيْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا۔ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا۔ یعنی اے ابراہیم کیا تو میرے خداؤں سے اعراض کرتا ہے۔ دیکھ اگر تو باز نہ آئے گا تو میں پتھر سے تجھے ماروں گا مجھ سے باز رہ۔ تو ابراہیم ع نے کہا۔ سلام علیک جاتا ہوں لیکن آپ کے لئے اپنے خدا سے ضرور دعا کرتا رہوں گا وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے غرض یہ کہ باپ کی ایذا رسانی پر بھی ابراہیم نے حلم اختیار کیا باپ کے لئے دعا اور استغفار کی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حلیم کا خطاب دیا ٭ ٭ ٭

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ

اور اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت کئے پیچھے گمراہ کر دے

هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

جب تک کہ ان چیزوں کو صاف صاف نہ بتلا دے جن سے وہ بچے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

خوب جانتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں

وَالْاَرْضِ ۭ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ

اور زمین میں وہی جلاتا اور مارتا ہے۔ اور تمہارا اللہ کے سوا

دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾

نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نفس کریمہ اور حکمتِ عادلہ سے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ جب تک خدا کسی قوم کی طرف پیغمبر بھیج کر حجت ختم نہیں کر لیتا ہے اس کو گمراہی کے لئے چھوڑ نہیں دیتا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے کہ اہل ثمود کو ہم نے ہدایت دی۔ مجاہد قولہ تعالیٰ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ کے بارے میں کہا کہ اللہ عزوجل کا بیان مومنین سے مشرکین کے لئے ترکِ استغفار کے بارے میں خاص ہے اور ویسے مومنین کے لئے خدا کی طاعت اور معصیت کا فعل عام ہے یعنی تم اپنی مرضی کے مختار ہو، اپنی مرضی سے طاعت اختیار کرو یا معصیت اختیار کرو، چھوڑنا چاہتے ہو تو چھوڑ دو، لیکن استغفار ترک کا بیان عمومی نہیں بلکہ خصوصی ہے ابن جریر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر تم اپنے اموات مشرکین کے لئے استغفار کرو تو کیا ضرور ہے کہ اللہ تمہیں گمراہ قرار دے جبکہ تم نے اس کو ذاتی حد تک ہدایت کی توفیق دے دی اور خدا اور رسول پر ایمان لانے کی عزت بخشی حتیٰ کہ تم کو منہیات سے روک دیا اور تم اس باز رہے لیکن قبل اس کے کہ وہ ان منہیات کی کراہت اور ممانعت بیان فرمائے اور ان منہیات کی طرف جھک پڑو، وہ کیوں تم پر ضلال و گمراہی کا حکم لگائے اس لئے کہ طاعت و معصیت تو امر و نہی سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن جو ایمان ہی نہ لایا ہو وہ باز رہا تو اس کو حکم کی انجام دہی سے متعلق مطیع اور ممنوع کے ارتکاب سے عاصی کہہ ہی نہیں سکتے۔ اللہ کا یہ قول کہ وہ مالک الملک ہے زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے یہ اللہ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لئے مشرکین اور کفار سے قتال کی تحریض ہے

اور یہ کہ انھیں اللہ کی مدد کا بھروسہ رکھنا چاہیئے اور خدا کے دشمنوں سے ڈرنا نہیں چاہیئے کیونکہ انھوں نے خدا کو چھوڑ دیا تو پھر ان کا کوئی ولی ہے نہ کوئی مددگار۔ حکیم بن حزام سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا کیا تم وہ سنتے ہو جو میں سنتا ہوں تو لوگوں نے کہا کہ ہم تو کچھ نہیں سن رہے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آسمان کا چرچرانا سن رہا ہوں اور وہ بوجھ کیوں نہ دبے اور کیوں نہ چرچرائے آسمان میں بالشت بھر جگہ بھی تو ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ یا قیام میں موجود نہ ہو کعب الاحبار کہتے ہیں سوئی کی نوک برابر بھی کوئی جگہ زمین میں ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ تسبیح خدا میں مصروف نہ ہو اور آسمان کے فرشتے ذراتِ زمین سے زیادہ تعداد میں ہیں اور عرش کے حامل فرشتوں کے ٹخنے سے ساق تک کی مسافت ایک سو برس کی مسافت ہے ۔۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ

اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین

وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ

اور انصار کے حال پر بھی جنھوں نے ایسی تنگی کے وقت پیغمبر کا ساتھ دیا

مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ

بعد اسکے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا

ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

پھر اللہ نے انکے حال پر توجہ فرمائی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے

مجاہد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت غزوۂ تبوک سے متعلق ہے یعنی لوگ جب غزوۂ تبوک کے لئے نکلے تو بڑی سخت گرمی تھی، سال قحط زدہ تھا پانی اور زادِ راہ کی سخت تنگی تھی قتادہ کہتے ہیں کہ جنگِ تبوک کے لئے جب چل کھڑے ہوئے تو بڑی سخت گرمی تھی اللہ ہی جانتا ہے کہ کیسی سخت مصیبتیں مجاہدین کو پہنچیں حتی کہ کہا جاتا ہے کہ ایک کھجور کے دو ٹکڑے کر کے دو آدمیوں میں بانٹ دیا جاتا تھا، کھجور دست بدست بڑھاتی جاتی، ایک اس کو تھوڑا چوستا پھر پانی پی لیتا پھر دوسرا چوستا اور پانی پی کر تسلی کر لیتا۔ پھر اللہ نے ان کی سن لی، غزوہ سے وہ واپس ہوئے۔ عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ عمر بن الخطابؓ سے تنگدستی کی کیفیت پوچھی گئی تو کہا کہ ہم جنگ تبوک کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے سخت موسم گرما تھا۔ ہم نے ایک جگہ قیام کیا وہاں ایسی زبردست تشنگی سے ہمیں سابقہ پڑا کہ ہم نے گمان کر لیا کہ ہمارا دم نکل جائے گا، اگر کوئی آدمی پانی کی تلاش میں جاتا تو وہ یقین کر لیتا کہ واپس ہونے سے پہلے اس کو موت آجائے گی۔ لوگ اونٹوں کو ذبح کرتے ان کے معدوں میں ایک مقام پر پتے ہوئے پانی کا ذخیرہ جمع رہتا تھا اس کو نکال لیتے اور پی لیتے اور بچا ہوا کچھ حصہ اپنے جگر پر لگا لیتے، تو ابوبکر صدیق رضؓ نے کہا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آپکی دعا کو قبولیت کا شرف بخشا ہے ہمارے لئے دعا فرمایئے! حضرتؐ نے فرمایا کہ کیا تم ایسا چاہتے ہو؟ صدیق رضؓ نے کہا ہاں، تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے ابھی دعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ بادل چھا گئے اور موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ پھر تھوڑی دیر بعد پانی تھم گیا۔ لوگوں نے اپنے برتن بھر لئے اب ہم لشکر کے پڑاؤ سے باہر نکلے تو دیکھا کہ چھاؤنی سے آگے کہیں پانی نہیں برسا۔ ابن جریر قولہٗ تعالیٰ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ الخ، کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس آیت میں عسرۃ سے مراد نفقہ زادِ راہ اور پانی کی تنگی مراد ہے۔ من بعد ما کاد و دالخ یعنی اس کے بعد کہ ان کے دل بدگمان اور شک سے ٹیڑھے ہونے لگے تھے، حق سے ہٹنے لگے تھے۔ جو مشقت اور شدت و مصیبت کہ اس سفر میں پڑی، اس سے لوگوں کے دل دین رسول اللہ سے شک میں پڑ گئے تھے، اب اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق بخشی اور اثبات علی الدین کی عزت عطا فرمائی۔ وہ تو بڑا مہربان اور رحیم ہے ۔۔۔

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا

اور تین شخصوں کے حال پر بھی جنکا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب

ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ

زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان

ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ

سے تنگ آگئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ خدا سے کہیں پناہ نہیں

مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ

مل سکتی بجز اس کے کہ اس کی طرف رجوع کیا جاوے پھر ان کے حال پر توجہ

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۱۱۸ ع يٰٓاَيُّهَا ع ۱۴/۳

فرمائی تاکہ وہ آئندہ بھی رجوع رہا کریں بیشک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے بڑے رحم والے ہیں

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے

الصّٰدِقِيْنَ ۱۱۹

ساتھ رہو ٭

ابن کعب رضہ سے مروی ہے کہ غزوۂ تبوک میں اپنے شریک نہ ہونے کی داستان اور حضرت کا ساتھ نہ دینے کا واقعہ کعب بن مالک خود یوں بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک کے سوا اور کسی جنگ میں حضرت کی معیت سے محروم نہیں رہا۔ البتہ جنگِ بدر میں بھی میں شرکت سے محروم رہا لیکن ان شرکت نہ کرنے والوں پر کوئی عتاب نہیں ہوا تھا بات یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت قریش کے ایک قافلہ کی خاطر مدینے سے باہر نکلے تھے وہاں حسب منشاءِ خداوندی خدا کے دشمنوں سے تصادم ہو گیا کوئی قرارداد بھی نہیں تھی۔ میں لیلۃ العقبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تھا جب کہ اسلام پر ہم نے پیمان باندھا تھا اور میرے لئے تو لیلۃ العقبہ میں حضوری غزوۂ بدر کی حضوری سے بھی کہیں زیادہ پسند تھی اگرچہ بدر کی شہرت اور آوازہ لوگوں میں زیادہ تھا اب غزوۂ تبوک میں حضرت کے ساتھ شرکت سے محروم رہنے کا میرا واقعہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں میں شرکتِ تبوک سے پیچھے رہ گیا اس وقت میں انتہائی خوش حالی اور مالداری میں تھا اس سے پہلے دو سواریاں میرے پاس کبھی نہیں ہوئی تھیں اور اس جنگ میں تو دو سواریاں بھی رکھ سکتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو عام طور پر اس خبر کو پھیلنے نہ دیتے۔ جب یہ جنگ ہوتی ہے تو بڑی سخت گرمی کا زمانہ تھا دور دراز اور جنگلوں کا سفر درپیش تھا اور کثیر التعداد دشمن سے سامنا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امور میں مسلمانوں کو آزاد رکھا تھا کہ جس طرح چاہیں دشمن کے مقابلہ کی تیاری کر لیں اور اپنا ارادہ مسلمانوں پر ظاہر فرما دیا تھا اور مسلمان آں حضرت ص کے ساتھ اس کثیر تعداد میں تھے کہ درج رجسٹر نہ ہو سکتے تھے کعب کہتے ہیں کہ بہت کم ایسے لوگ ہونگے کہ جن کی غیر حاضری کا حضرت کو علم ہو سکے گا بلکہ گمان تھا کہ کثرت لشکر کی وجہ سے غائب رہنے والے کا حضرتؐ کو علم بھی نہ ہو سکے جبتک کہ خدا ہی کی طرف سے بذریعہ وحی علم نہ ہو جائے یہ لڑائی جسوقت سرزد ہوتی تھی وہ زمانہ پھلوں کے پکنے کا تھا سایہ گستری بارآوری اور خنکی کا موسم تھا۔ ایسے زمانہ میں میری طبیعت آرام طلبی اور راحت گیری کی طرف بہت مائل ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مسلمانوں نے تیاریاں شروع کر دیں میں صبح اٹھ کر تیاری جہاد کے لئے باہر نکلتا لیکن خالی واپس ہوتا اور تیاری اور اسباب سفر کی خریداری وغیرہ کچھ نہ کرتا دل بہلا لیتا کہ جب میں چاہوں گا دم بھر میں تیاری کر لوں گا دن گذرتے چلے گئے لوگوں نے تیاریاں مکمل کر لیں حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ دیگر مسلمان چل کھڑے ہوئے جہاد کے لئے روانہ ہو گئے۔ میں نے دل میں کہا کہ ایک دو دن بعد تیاری کر کے میں بھی مل جاؤں گا اس عرصہ میں مسلمانوں کا لشکر بہت دور جا چکا میں تیاری کے لئے باہر نکلا لیکن بغیر تیاری کے واپس آ گیا۔ حتیٰ کہ ہر روز یہی ہوتا رہا دن نکل گئے لشکر جنگ کرنے لگا۔ اب میں نے کوچ کا ارادہ کر لیا کہ جلدی سے پہنچ کر شامل ہو جاؤں، کاش اب بھی کوچ کر جاتا لیکن آخرکار

یہ بھی نہ ہو سکا۔ اب حضرت ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد جب کبھی میں بازار میں نکلتا تو مجھے یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا کہ جو مسلمان نظر آتا ہے اُس پر یا تو نفاق کی پھٹکار نظر آتی ہے یا ایسے مسلمان دکھائی دیتے ہیں جو واقعی خدا کی طرف سے معذور اور لنگڑے لولے تھے۔ جب حضرت ﷺ تبوک پہنچ چکے تو مجھے یاد فرمایا اور پوچھا کعب بن مالک کیا کر رہا ہے؟ تو بنی سلمہ کے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خوش عیشی اور آرام طلبی نے مدینے ہی میں روک لیا ہے۔ تو معاذ بن جبل نے کہا تم نے غلط خیال قائم کیا یا رسول اللہ ﷺ! اُسے تو بھلائی اور نیکی کے سوا کچھ نہیں آتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سُن کر خاموش ہو رہے اور جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لانے لگے تو میں سخت پریشان تھا کہ اب کیا کروں میں غلط حیلے سوچنے لگا تا کہ آپ کے عتاب سے محفوظ رہ سکوں چنانچہ ہر ایک سے رائے لینے لگا اور جب معلوم ہوا کہ حضرت تشریف لا چکے ہیں تو اب غلط سوچ بچار سے میں دست بردار ہو گیا۔ اب میں نے اچھی طرح معلوم کر لیا کہ میں کسی حیلے بھی نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ میں نے سچ سچ کہنے کا ارادہ کر لیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے مسجد گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی پھر لوگوں کے ساتھ مجلس کی۔ اب جنگ میں شریک نہ رہنے والے آ آکر عذر و معذرت کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے، ایسے لوگوں کی تعداد اسی سے کچھ اوپر تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بحکم ظاہر ان کی بات قبول کرتے جا رہے تھے اور ان کی لئے طلب مغفرت کر رہے تھے لیکن ان کے دلوں کے بھیدوں کو خدا کے حوالے کر رہے تھے۔ میری باری آئی میں نے آکر سلام عرض کیا۔ آپ نے غضب آگیں تبسم فرمایا۔ پھر مجھ سے کہا یہاں آؤ! میں سامنے جا بیٹھا۔ مجھ سے فرمایا تم کیوں رُکے رہے کیا تم نے تیاری جہاد میں خریداری نہیں کر لی تھی میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر میں اس وقت آپ کے سوا کسی اور سے بولتا تو ایسے معقول جواب پیش کر سکتا کہ انکو قبول کرتے بنتی کیونکہ مجھے بحث و تکرار و معذرت کرنا خوب آتا ہے لیکن خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ اسوقت تو جھوٹی بات بنا کر میں آپ کو راضی بنالوں گا لیکن جلد تر ہی اللہ پاک آپکو مجھ سے ناراض بنا دے گا اور اگر میں نے سچ سچ کہہ دیا کہ حسنِ عاقبت کی خدا کی طرف سے مجھے امید ہو سکتی ہے۔ اے نبی صلعم! خدا کی قسم میں کوئی معقول عذر نہیں رکھتا تھا میرے پاس عدم شرکت جنگ کا درحقیقت کوئی حیلہ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا ہاں یہ سچ تو کہتا ہے۔ اچھا تو اب چلے جاؤ اور انتظار کرو کہ اللہ تمہارے بارے میں کیا حکم فرماتا ہے۔ چنانچہ میں چلا گیا۔ بنی سلمہ کے لوگ بھی میرے ساتھ اٹھے اور ساتھ ہو لئے اور کہنے لگے خدا کی قسم ہم نے تمہیں پہلے کبھی کوئی خطا کرتے نہیں دیکھا ہے دوسرے لوگوں نے جیسے عذرات پیش کر دیئے تم نے حضور ﷺ کے سامنے کچھ بھی عذر نہیں کیا ورنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کے لئے جیسے استغفار کیا تھا تمہارے لئے بھی حضرت ﷺ کا یہ استغفار کافی ہوتا۔ غرض یہ کہ لوگوں نے اس بات پر اس قدر زور دیا کہ میں نے ایک بار یہ ارادہ کر ہی لیا تھا کہ پھر واپس جاؤں اور کوئی عذر تراش دوں لیکن میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ میری طرح کیا کسی اور کی بھی صورتِ حال ہے؟ کہا ہاں تمہاری طرح اور دو آدمی ہیں کہ سچ سچ کہہ دیا ہے میں نے پوچھا وہ کون ہیں کہا گیا مرارہ بن الربیع العامری اور ہلال بن امیۃ الواقفی کہا گیا کہ یہ دونوں مرد صالح ہیں بدر میں شریک تھے اب میرے سامنے اُن کا نقشِ قدم تھا اس لئے میں دوبارہ حضرت ﷺ کے پاس نہ گیا اب معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ نے ہم تینوں سے سلام کلام کرنے سے لوگوں کو ممانعت کر دی ہے اور لوگوں نے ہمارا بائیکاٹ کر دیا ہے اور ہم سے ایسے بدل گئے ہیں کہ زمین پر رہنا مجھے بوجھ معلوم ہونے لگا ہم پر اس ترکِ تعلقات کے پچاس دن گذر گئے ان دونوں نے تو منہ چھپا کر خانہ نشینی ہی اختیار کر لی بیٹھے روتے رہے میں ذرا سخت مزاج تھا قوتِ برداشت تھی۔ جا کر جماعت کی ساتھ برابر نماز پڑھتا تھا بازاروں میں گھومتا تھا لیکن مجھ سے

کوئی بولتا نہ تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا حضرت
تشریف فرما رہتے، میں سلام کرتا اور دیکھتا کہ جواب سلام کے
لئے حضرتؐ کے ہونٹ ہلتے ہیں کہ نہیں۔ پھر آپؐ کے قریب
ہی نماز پڑھ لیتا۔ کنکھیوں سے آپؐ کو دیکھتا میں نماز
پڑھنے لگتا تو آپؐ مجھے دیکھتے، میں آپؐ کی طرف متوجہ ہو جاتا
تو نظر پھیر لیتے۔ جب اس بائیکاٹ کی مدت لمبی ہی ہوتی
گئی تو میں ابو قتادہؓ کے باغ کی دیوار پھاند کر ان کے یہاں
گیا وہ میرے چچا زاد بھائی تھے میں انھیں بہت چاہتا تھا
سلام کیا تو بخدا انھوں نے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا اے
ابو قتادہ! تمہیں خدا کی قسم کیا تم نہیں جانتے کہ میں خدا کو
اور رسول خدا کو دوست رکھتا ہوں وہ سن کر خاموش ہو گئے
میں نے خدا کی قسم دے کر بات کی۔ پھر کچھ نہ بولے، میں نے پھر
قسم دی، کچھ بھی نہ کہا لیکن انجان پن سے بولے خدا کو اور
رسول خدا کو علم ہے میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا پھر
دیوار پھاند کر واپس ہو گیا۔ ایک دن میں بازار مدینہ میں گھوم
رہا تھا کہ شام کا ایک نبطی جو مدینہ کے بازار میں کھانے کی کچھ
چیزیں بیچ رہا تھا لوگوں سے کہنے لگا کہ کعب بن مالکؓ کا کوئی
پتہ دے۔ دو لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا وہ میرے
پاس آیا اور شاہ غسان کا ایک مکتوب میرے حوالے کیا میں
چونکہ پڑھا لکھا تھا۔ پڑھا تو لکھا تھا" کہ ہمیں اطلاع ملی
ہے کہ تمھارے آقا نے تم پر سختی کی ہے۔ اللہ نے تمھیں کوئی
معمولی آدمی تو نہیں بنایا ہے تم کوئی گرے پڑے نہیں ہو
تم ہمارے پاس آجاؤ ہم تمھیں نوازیں گے" میں نے یہ
پڑھ کر کہا۔ بڑگئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی۔ یہ تو نئی
مصیبت آپڑی میں نے اس منشورہ کو آگ میں جھونک دیا
اور جب پچاس میں سے چالیس دن گزر گئے تو حضرتؐ کا ایک
قاصد میرے پاس آیا اور کہا کہ حضرتؐ نے حکم دیا ہے کہ
اپنی عورت سے بچھڑے رہو۔ میں نے پوچھا کیا حکم ہے کہ طلاق
دیدوں؟ کہا نہیں صرف الگ رہو، قربت نہ کرنا اور کہا
کہ دوسرے دونوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہوا ہے چنانچہ میں نے
اپنی عورت سے کہدیا کہ مائیکے چلی جاؤ جب تک کہ خدا کا کوئی حکم پہنچے
ہلال ابن امیہ کی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض
کرنے لگی یا رسول اللہؐ! ہلال ایک شیخ ضعیف ہے اس کی خدمت
کے لئے کوئی آدمی نہیں اگر میں اُن کی خدمت میں لگی رہوں تو آپؐ
نامنظور تو نہ کریں گے حضرت نے فرمایا اچھا لیکن وہ تم سے قربت
نہ کرے۔ کہنے لگی اس غریب کو تو ہلنا جُلنا مشکل ہو گیا ہے۔ آپؐ کی
ناراضی کے دن سے آج تک لگاتار روتا رہتا ہے۔ میرے گھر والوں
میں سے ایک نے کہا تم بھی رسول اللہؐ سے اپنی عورت سے خدمت
لینے کی اجازت حاصل کر لو جیسے کہ ہلال کو اجازت مل گئی میں
نے کہا خدا کی قسم میں اس بات کی حضرتؐ صلعم سے درخواست نہ
کروں گا نہ معلوم حضرتؐ کیا فرمائیں میں تو جوان آدمی ہوں مجھے
کسی سے خدمت لینے کی ضرورت نہیں اب ہم نے اور دس دن
گزارے اور لوگوں کے اس قطع تعلق کو پچاس دن گزر گئے۔
پچاسویں دن کی صبح اپنے گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھ کر میں اس
حال میں بیٹھا ہوا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں فرمایا
ہے یعنی میری جان مجھ پر بھاری معلوم ہو رہی تھی۔ یہ وسیع دنیا مجھے
تنگ محسوس ہو رہی تھی کہ سلع پہاڑی پر سے پکارنے والے کی آواز
میرے کان میں پڑی کہ وہ بلند آواز میں چیخ رہا تھا" کہ اے کعب
بن مالکؓ! خوش ہو جاؤ" میں یہ سنتے ہی سجدے میں گر پڑا اور
سمجھ گیا کہ اللہ نے اب میری توبہ قبول کر لی، مصیبت کا زمانہ
گزر گیا صبح کی نماز پڑھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اطلاع سُنا دی کہ اللہ نے ان تینوں کی توبہ قبول کر لی ہے۔ لوگ
ہمیں خوشخبری دینے کیلئے دوڑے اُن دونوں کے پاس گئے اور
میرے پاس بھی ایک سوار تیز گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا لیکن پہاڑی پر
چڑھ کر آواز دینے والا زیادہ کامیاب رہا کہ جلد تر مجھے خبر مل گئی
کیونکہ گھوڑے کی رفتار سے آواز کی رفتار تیز تر ہوتی ہے۔ چنانچہ
جب وہ شخص مجھ سے ملا جس کی آواز میں نے سُنی تھی تو اس خوشخبری
دینے کے صلے میں اپنے کپڑے اتار کر میں نے اُسے پہنا دیے مجھا

میرے پاس اس وقت دُوسرا جوڑا نہیں تھا میں نے اپنے لئے مستعار کپڑے لے کر پہن لئے۔ میں حضرت ص کے پاس جانے کا ارادہ سے نکلا لوگ مجھ سے راہ میں جوق در جوق ملتے اور مجھے مبارکباد دیتے جاتے۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے مجھے دیکھتے ہی طلحہ بن عُبید اللہ دَوڑ پڑ کر مجھ سے مصافحہ کر کے مُبارکباد دی۔ مُہاجرین میں سے کسی نے اُنکے سوا یہ اقدام نہیں کیا تھا۔ کعب نے طلحہ کے اس خلوص کو کبھی فراموش نہیں کیا میں نے آکر رسول اللہ ص کو سلام کیا۔ آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ کہنے لگے خوش ہوجاؤ جب سے تم پیدا ہوئے ایسا خوشی کا دن تم پر نہ آیا ہوگا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ص یہ بشارت آپ کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟ فرمانے لگے خدا کی طرف سے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوجاتے تو آپ کا چہرہ چمک اٹھتا تھا گویا چاند کا ٹکڑا ہے اور آپ کی خوشنودی آپ کے چہرہ ہی سے ظاہر ہوجاتی میں نے حضرت ص سے عرض کی یا رسول اللہ ص میری قبولیتِ توبہ کی یہ برکت ہونی چاہیئے کہ میں اپنا سارا مال و متاع خدا اور رسولِ خدا کی راہ میں لٹا دُوں حضرت نے فرمایا ایسا نہیں کچھ رکھو اور کچھ صدقہ کردو یہی بہتر صورت ہے۔ میں نے کہا کہ خیبر سے جو حصّہ مجھے ملا تھا وہ میں اپنے لئے رکھ لیتا ہوں، یا رسول اللہ ص سچائی کی برکتوں کے سبب اللہ نے مجھے نجات بخشی، خدا کی قسم میں نے حضرت ص سے راست گوئی کا ذکر کیا پھر کبھی جھوٹ نہیں بولا خدا سے دُعا ہے کہ وہ آئندہ بھی کبھی مجھ سے جھوٹ نہ بُلوائے ؛؛ قولہ تعالیٰ لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ (الی آخرہ) کے بارے میں کعب کہتے ہیں کہ خدا کی قسم جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے خدا کی اس سے بڑی نعمت مجھ پر اور کیا ہوسکتی ہے کہ اس نے مجھے حضرت ص کے سامنے سچ سچ کہدینے کی توفیق بخشی ورنہ میں بھی ایسا ہی ہلاک ہوجاتا جیسا کہ حضرت ص کے سامنے دوسرے جھوٹ موٹ بولنے والے آخرت کی زندگی کے لحاظ سے تباہ ہوگئے ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَکُمْ الخ یعنی جب تم ان کی طرف واپس

ہوئے تو قسمیں کھا کھا کر یہ لوگ تم سے پُوچھتے ہیں تاکہ تم اُن سے اعراض کرجاؤ، ہاں اعراض کرجاؤ اُن کے دل ناپاک ہیں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے کیونکہ انھوں نے کیا ہی ایسا۔ قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی بنالیں۔ اگر تم ان سے دھوکا کھا کر راضی بھی ہوگئے تو کیا ہوا اللہ تو ان بدکاروں سے راضی نہ ہوگا؛ یہ آیت پڑھنے کے بعد کعب کہتے ہیں کہ ہم تینؔ لوگوں کا فیصلہ ان لوگوں سے پیچھے ڈال دیا گیا تھا جن لوگوں نے کہ جھوٹی قسمیں کھالی تھیں اور حضرت کو بظاہر مان کر ان کی بیعت قبول کرلینی پڑی تھی اور اُن کے لئے استغفار بھی کیا تھا لیکن ہمارا فیصلہ حضرت ص نے روک دیا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَعَلَی الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا۔ یہ ہمیں پیچھے ڈال دینا اس سے مُراد ہمارا فیصلہ پیچھے ڈال دینا ہے۔ نہ یہ کہ ہم شرکتِ جنگ سے پیچھے ڈال دیئے گئے تھے۔ یہی حدیث صحیح اور ثابت ہے اور متفق علیہ ہے۔ بخاری اور مسلم نے بھی حدیث زہری سے اسی طرح روایت کی ہے یہ حدیث باحسن وجوہ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر کر رہی ہے سلف میں سے تقریباً سب نے اسی طرح تفسیر کی ہے چنانچہ جابر بن عبد اللہ رض کا بھی اس آیت سے متعلق یہی قول ہے کہ یہ کعب بن مالک رض اور ہلال رض ابن امیہؓ اور مرارہ رض بن ربیع ہیں یہ سب انصاری تھے۔ اور یہی کہا ہے مجاہد اور ضحاک اور قتادہ اور سدی وغیرہ نے۔ سب نے مرارہ بن ربیعہ کہا ہے اور مسلم میں بھی ابن ربیعہ ہی لکھا ہے لیکن بعض نسخوں میں ربیع بن مرارہ صحیحین میں مرارہ بن ربیع لکھا ہے اور روایت بھی یہی ہے اور وہ جو کہا گیا ہے کہ دُوسرے دونوں بدر میں شریک تھے یہ زہری کی غلطی سمجھی گئی ہے اس لئے کہ ان تینوں میں سے کوئی بھی شریکِ غزوۂ بدر نہ تھا۔ واللہ اعلم ؛؛ جب اللہ تعالیٰ نے اِن تینوں کی کشائش کا ذکر فرمایا جس میں انھوں نے مسلمانوں کے بائیکاٹ کے پچاس دن گزارے تھے اور اُن کی جانیں اور اُن کی دُنیا ان پر تنگ ہوگئی تھی۔ باہر آنا جانا تک اُن کا رُک گیا تھا اُن کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ کیا کریں، سوا اس کے کہ صبر کریں اور

اپنی ذلت واستکانت پر راضی رہیں لیکن حضرت کے سامنے سچ بولنے کے سبب اور کوئی عذر پیش نہ کرنے کے سبب اللہ نے ان پر کشائش فرمائی اور کچھ عرصہ تک انھیں مبتلائے عذاب رکھنے کے بعد ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اسی لئے فرمایا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ یعنی اے ایمان والو سچ کو لازم قرار دے لو تو تم ہالک مصائب سے بچ جاؤ گے۔ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ فقط سچ بولا کرو کیونکہ سچ نیکی ہے اور نیکی جنت تک پہنچاتی ہے جو آدمی سچ بولتا رہتا ہے وہ خدا کے دفتر میں سچا لکھدیا جاتا ہے۔ جھوٹ سے بالکل دور رہو۔ جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور دوزخ میں لے جاتا ہے۔ آدمی جب جھوٹ ہی جھوٹ بولتا رہتا ہے تو خدا کے دفتر میں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے یہ حدیث صحیحین میں درج ہے۔ ابن مسعودؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ جھوٹ نہ سنجیدگی کے طور پر بول سکتے ہیں نہ دل لگی کے طور پر۔ چاہتے ہو تو پڑھو یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ پھر کہا کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ کوئی بھی اس حکم سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ مع الصّٰدقین سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اصحاب ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ مراد ہیں۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ تم صادقین کے ساتھ ہونا چاہتے ہو تو دنیا سے زہد اختیار کرو اور لوگوں سے میل جول کم کرو ⁂

مَا کَانَ لِاَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ وَمَنْ حَوْلَھُمْ

مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی اُن کے گرد و پیش

مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ

میں ہیں اُن کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہؐ کا ساتھ نہ

اللّٰہِ وَلَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِھِمْ عَنْ نَّفْسِہٖ ط

دیں اور نہ یہ کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ لَا یُصِیْبُھُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ

یہ اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی

وَّلَا مَخْمَصَۃٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا

پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کے لئے

یَطَئُوْنَ مَوْطِئًا یَّغِیْظُ الْکُفَّارَ وَلَا

تو جب غیظ ہوا ہو اور دشمنوں کی جو

یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلًا اِلَّا کُتِبَ لَھُمْ

کچھ خبر لی ان سب پر اُن کے نام ایک ایک نیک کام

بِہٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ

لکھا گیا یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر

اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۲۰﴾

ضائع نہیں کرتے۔

غزوۂ تبوک میں اہلِ مدینہ کے جو عرب قبائل شرکتِ جہاد سے باز رہے تھے اور جو مشقتِ جنگ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تھی اس میں ہمدردی اور اشتراکِ عمل کے بجائے آرام طلبی اختیار کی تھی ان پر اللہ پاک عتاب فرماتا ہے کہ انھوں نے اجر سے اپنے کو محروم کر دیا انھوں نے نہ پیاس کی تکلیف اٹھائی نہ رنج و تعب پہنچا نہ بھوک سے سابقہ پڑا اور نہ اس موقف میں آئے کہ کافروں کو خوف زدہ کر دیں اور نہ کافروں پر غلبہ اور ظفر کا شرف حاصل کیا لیکن جنھوں نے یہ سختیاں جھیلیں وہ اپنے ارادے اور عملِ ذاتی کی بنا پر تھیں فطری اور جبری نہیں تھیں اس لئے اللہ ایسے نیکوکاروں کے اجر کو کبھی ضائع نہ ہونے دے گا۔ جیسا کہ فرمایا اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ⁂

وَلَا یُنْفِقُوْنَ نَفَقَۃً صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً

اور جو کچھ چھوٹا بڑا انھوں نے خرچ کیا اور جتنے میدان

وَلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ

ان کو طے کرنے پڑے یہ سب بھی ان کے نام لکھا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

ان کے کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ یہ غازی لوگ خدا کی راہ میں چھوٹا بڑا خرچ بھی کرتے ہیں اور کفار سے جنگ کے لئے جنگل کا تھوڑا سا راستہ بھی طے کرتے ہیں تو اس کا اجر انھیں ضرور ملتا ہے۔ یہاں اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ فرمایا گیا اور گذشتہ آیت میں کتب لھم بہٖ۔ اس بہٖ کا مطلب یہ ہے کہ یہ نفقہ یا یہ مشی الی الاعداء ان کا اپنا ذاتی فعل ہے اسی لئے آیت شریفہ میں مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ فرمایا گیا اور آیتِ سابقہ میں راہِ خدا کے اندر بھوک پیاس وغیرہ کی تکلیف یہ من جانب اللہ تھی اس لئے نہ بہٖ لایا گیا نہ عمل کو ان کی طرف منسوب کیا گیا تھا حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اِس آیت کریمہ سے حظ وافر اور نصیب عظیم حاصل کیا کیونکہ اس غزوۂ تبوک میں انھوں نے لشکر کو اپنے نفقاتِ جلیلہ اور اموالِ جزیلہ عنایت کئے ہیں ابن حباب السلمی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اس جیشِ عسرت کی مدد کرنے کے لئے قوم کو اُبھارا تو حضرت عثمان رضؓ نے کہا کہ میرے ذمہ سو اونٹ مع پالان کجاوے اور پائے بندوں کے، حضرت صؐ نے دوبارہ قوم سے چندہ مانگا، تو عثمان رضؓ نے کہا اور سو اونٹ مع پالان وکجاوے وغیرہ کے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر سے ایک سیڑھی اُتر کر پھر فرمایا کہ، اے لوگو! مدد کی ضرورت ہے تو عثمان رضؓ نے کہا اور سو اونٹ مع ساز وسامان کے تو میں نے رسول اللہ صؐ کو دیکھا آپؐ خوشی سے اپنے ہاتھ کو یوں ہلا رہے ہیں (عبد الصمد آخری راوی نے یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھ ہلائے) اور حضرت نے فرمایا کہ اب عثمان پر کوئی آنچ نہیں چاہے جو عمل کرے پھر عثمان رضی اللہ عنہ حضرتؐ کے پاس ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی لے آئے کہ جیشِ عسرت کی اس سے تیاری فرمایئے اور نبی صؐ کی گود میں یہ رقم ڈال دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اشرفیوں کو حرکت دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ آج سے عثمان کو اس کا کوئی عمل ضرر نہیں پہنچائے گا۔ یہی ایک عمل اس کی نجات کے لئے کافی ہے اور آپؐ خوشی سے بار بار اس رقم کو ہلا رہے تھے۔ قتادہ نے قولہ تعالیٰ وَلَا يَقْطَعُوْنَ کی بارے میں کہا ہے کہ راہِ خدا میں سفر کرتے ہوئے لوگ جتنا دُور ہوتے ہیں اتنے ہی اللہ کی قربت میں بڑھتے جاتے ہیں ؛

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۭ

اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہیئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ

سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت

لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ

جایا کرے تاکہ باقیماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہتے ہیں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم

ع ۱۵ ۴

اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

کو جب کہ وہ ان کے پاس آویں ڈراویں تاکہ وہ احتیاط رکھیں

اس آیت میں اس بات کا ذکر ہے کہ غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوچ کرنے کا جب لوگوں نے ارادہ کیا تو سلف کی ایک جماعت کا یہ خیال ہوا کہ جب رسولؐ جنگ کے لئے نکلیں تو ہر مسلمان پر کوچ کرنا واجب ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا یعنی ہلکے اور لدے ہوئے نکل پڑو۔ اور یہ بھی اللہ نے فرمایا کہ اہل مدینہ کو کوئی حق نہیں کہ جہاد میں رسول اللہؐ کے پیچھے رہ جائیں (آخر تک)، اور حضرت صؐ نے فرمایا کہ اس آیت کے ذریعہ اوپر والی آیت منسوخ ہوگئی ہے اور کہا جاتا ہے کہ تمام قبائل کے سفر کرنے یا کسی قبیلہ میں سے بعض کے کرنے سے جب کہ سب نہ نکلیں، مرادِ خداوندی یہ ہے

کہ سفر پر نہ جا کر نبی ؐ کے ساتھ رہنے والے ہر اترنے والی وحی کو لکھ لیں اور یاد رکھ لیں اور جنگ کر کے واپس آنیوالے لوگوں کو احکام خداوندی بتائیں اور سفر سے واپس آنیوالے یہ بتائیں کہ دشمن کے ساتھ کیسی گزری اور کفار کے کیا حالات ہیں اب اس معینہ سفر میں دو باتیں جمع ہو گئیں، ایک سفر معینہ ان لوگوں کا جو جہاد پر جا رہے ہیں دوسرے ان لوگوں کا قیام جو تفقہ کی غرض سے حضرت کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ یہ فرض کفایہ ہیں چند لوگ نہ کریں تو چند لوگوں کا ضروری اور فرض ہے ابن عباس ؓ نے بتایا ہے کہ مَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّةً ؕ کی آیت میں اللہ پاک فرماتا ہے کہ مومنین کو نہیں چاہئے کہ سب کے سب نبی ؐ کے پاس سے چلے جائیں اور نبی کو تنہا چھوڑ دیں اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ہر جماعت میں سے کچھ لوگ جائیں تاکہ باقی حضرت ؐ کے پاس دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور جب واپس لوٹیں تو اپنی قوم کے پاس جا کر انھیں آگاہ کریں اور خدا سے ڈرائیں اور جب تک حضرت ؐ اجازتِ سفر نہ دیں نہ جائیں اور ان جماعتوں کے غیاب کے زمانہ میں جو قرآن اُترا ہے اُن کو حضرت کے رہ جانیوالے لوگ واقف کرا دیں اور کہیں کہ اللہ نے نبی پر یہ قرآن نازل کیا تھا۔ ہم نے سیکھ لیا اب تم سفر سے واپس آئے ہو تم بھی سیکھ لو اور پھر اب کے دوسری جماعتیں بھیجی جائیں لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ تاکہ وہ اپنا بچاؤ کر سکیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ آیت اصحاب نبی میں سے ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو سیکھ کر اپنے دیہات میں چلے گئے وہاں لوگوں سے مفادات حاصل ہوئے راحت و آرام ملا مال بھی کمایا اور لوگوں میں تبلیغ دین بھی کی۔ لیکن لوگ ان سے کہنے لگے کہ تم نے نبی اور اصحاب کا ساتھ چھوڑ دیا ہمارے پاس آگئے نبی صلعم کی صحبت سے ہٹ گئے تو وہ اپنے دلوں میں کوفت محسوس کرنے لگے وہ سب دیہات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اسی چیز کی صفائی میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے کہ

کیا حرج ہے اگر ایک جماعت چل کھڑی ہو تو ترفہ بھی حاصل کرے نبی ؐ کے ساتھ رہ کر استماعِ حدیث و وحی بھی کرے اور دیہات میں جا کر لوگوں کو خدا سے ڈرائیں بھی، کیا عجب کہ ان کی ہدایت ہو جائے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس موقع پر اتری ہے جب کہ حضرت ؐ نے لشکر کشی کے لئے فوج بھیجی تھی اللہ نے انھیں اس بات کے لئے مامور رکھا کہ نبی ؐ کے ساتھ لڑیں لیکن دوسری جماعت رسول ؐ کے ساتھ رہے تاکہ دین میں تفقہ حاصل کرے اور دوسری جماعت اپنے قبیلہ خاندان میں دیہات کی طرف چلی جائے، اور اللہ کے عذاب سے انھیں ڈرائے جو عذاب کہ ان سے پہلے کی قوموں پر نازل ہوا تھا۔ ضحاک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بذاتِ خود جنگ کے لئے نکلیں تو اہل عذر کے سوا کسی کو اجازت نہیں کہ پیچھے رہ جائے اور اگر آپ بذاتِ خود نہ جائیں بلکہ لشکر بھیجدیں تو اب آپ کی اجازت کے بغیر کوئی لشکر میں شریک نہیں ہو سکتا جب کوئی حضرت ؐ کے بھیجے ہوتے لشکر کے ساتھ چلا جاتے اور اس کے غیاب میں جو وحی اتری ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس کے پس ماندہ لوگوں کو سُنا دیا ہو تو جب یہ سریہ سے لشکر واپس آجاتے تو یہ ٹھہرے ہوتے انھیں سُنا دیں کہ تمہارے جانے کے بعد یہ یہ وحی اُتری ہے اور انھیں بھی دین میں تفقہ پیدا کرا دیں سب کے سب نہ چلے جانے کا حکم اس صورت میں ہے جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لشکر بھیج دیا ہو اور خود قیام فرما ہوں۔ ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّةً" والی آیت جہاد کے بارے میں نہیں ہے بلکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ مُضر پر قحط کی بددعا فرمائی اور سب قحط زدہ ہو گئے تو سب مدینے آکر قیام کرنے لگے اور جھوٹ موٹ اپنے کو مسلمان بتانے لگے۔ اصحاب رسول اللہ ؐ پر اُن کی مہمان داری بار ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی رسول کو آگاہ فرمایا کہ یہ درحقیقت مسلمان نہیں ہیں تو حضرت ؐ نے انھیں اپنے اپنے قبائل میں

واپس کر دیا اور دوبارہ ایسا کرنے کے بارے میں تحذیر فرما دی۔ چنانچہ فرمایا وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْھِمْ الی آخرہ۔ اس آیت کے بارے میں ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ عرب کے ہر قبیلے سے لوگ جوق در جوق حضرتؐ کے پاس آنے لگے یہ لوگ آپؐ سے امورِ دین پوچھتے، تفقہ حاصل کرنا چاہتے اور حضرت نبی صلعم سے پوچھتے کہ ہمیں کیا خدمت انجام دینے کا حکم ہوتا ہے اور کہتے کہ ہم اپنے قبائل میں جائیں تو کیا کریں۔ تو آنحضرتؐ انھیں طاعت اللہ اور طاعت رسول کی تلقین کرتے اور کہتے کہ اپنے لوگوں میں جا کر صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو پھیلاؤ، وہ اپنی قوم میں آ کر صاف کہہ دیتے کہ اگر اسلام لاتے ہو تو ہم تمہارے ساتھ ہیں ورنہ نہیں اور انھیں خدا سے ڈراتے حتیٰ کہ ایسا ہدایت یافتہ شخص اپنے کافر ماں باپ سے بھی قطع تعلق کر لیتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو آگاہ کرتے خدا سے ڈراتے اور وہ لوگ جب اپنے لوگوں میں واپس جاتے تو انھیں دین اسلام کی طرف بلاتے، نارِ دوزخ سے ڈراتے اور جنت کی بشارتیں دیتے عکرمہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اُتری تو منافقین کہنے لگے کہ اب تو وہ دیہاتی مسلمان ہلاک ہو گئے جو حضرتؐ کے ساتھ جہاد کے لئے نہیں نکلے تھے اور پیچھے رہ گئے تھے حالانکہ وہ لوگ تو اصحاب نبی میں سے وہ لوگ تھے جو اپنی قوم کو دین سکھانے کے لئے گئے ہوئے تھے اور عدم شرکتِ جنگ کا سبب یہ مقصد بنا ہوا تھا چنانچہ اللہ نے فرمایا کہ یہی لوگ جنگ کے لئے کیوں جائیں بعض لوگ دوسروں کو دین سکھانے کے لئے رہ کیوں نہ جائیں اور یہ آیت نازل ہوئی :۔ وَالَّذِیْنَ یُحَاجُّوْنَ فِی اللّٰہِ الخ۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں اس آیت کا مقصد یہ تھا کہ وہ لوگ جو جنگ کے لئے گئے ہیں جب اپنے لوگوں میں واپس آئیں تو جنگ کے نتیجہ میں جو انھوں نے کفار پر اپنا غلبہ دیکھا اور اسلام کی شاندار فتح دیکھی ہے اس سے لوگوں کو آگاہ کریں ۞

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ

اے ایمان والو! ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس

مِّنَ الْکُفَّارِ وَلْیَجِدُوْا فِیْکُمْ غِلْظَۃً ؕ وَاعْلَمُوْٓا

ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی پانا چاہیئے۔ اور یہ یقین

اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ۝۱۲۳

رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا ہے کہ کافروں سے لڑو تو پہلے ان لوگوں سے لڑو جو مرکزِ اسلام سے قریب تر ہیں اسی لئے حضرتؐ نے مشرکین سے جنگ شروع کی تو جزیرۃ العرب سے ابتداء کی، یہاں سے فارغ ہو کر مدینے، مکے، طائف یمن، یمامہ، ہجر، خیبر، حضرموت، غرض یہ کہ جزیرۃ العرب کے اور دوسری اقالیم کو پہلے فتح کر لیا اور مسلمان بنا لیا اور عرب کے قبائل دینِ اسلام میں جوق در جوق شامل ہونے لگے تو اب اہلِ کتاب سے جنگیں شروع ہونے لگیں اور روم سے جنگ کا ارادہ ہو گیا۔ یہ لوگ جزیرۂ عرب کے قریب رہنے والے ہیں اور اس بات کی ضرورت ہے کہ دعوتِ اسلام کی سب سے پہلے انہی سے ابتدا ہو اور اس لئے بھی کہ وہ اہلِ کتاب ہیں لیکن تبوک تک پہنچ کر آگے نہ بڑھے واپس ہو گئے کیونکہ لوگوں میں تنگ حالی، قحط، ناسازگاری حالات تھی یہ سنہ ۹ھ کا واقعہ ہے سنہ ۱۰ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کی مصروفیت رکھتے تھے اور حجۃ الوداع سے اکیاسی دن بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ آپ کے بعد آپ کے قائم بالامر آپؐ کے وزیر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوئے اس انقلاب ناگزیر کے وقت دین میں ایک تزلزل سا آ گیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے صدیق رضؓ کے ذریعہ دین کو پھر استقامت عطا فرمائی۔ آپ نے دین کو مضبوط کر دیا اس کے دعاوی ثابت ہو گئے اور مرتد لوگوں کو پھر دین کی طرف

واپس لے آئے جنھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا ان کو زکوٰۃ ادا کرنا پڑا۔ اور جو مسائل دین سے ناواقف ہو گئے تھے ان کو واقف کر دیا اور رسول صلعم سے متعلق جو فرائض تھے ان کی تکمیل کی پھر اسلامی لشکر کو روم کی طرف بھیجا جو صلیب پرست تھے اور اہل فارس کی طرف بھی جو آتش پرست تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے ان ممالک پر فتح بخشی اور کسریٰ اور ان کے مذہبوں کو ذلت نصیب ہوتی اور ان دونوں ملکوں نے جو خزانے جمع کر رکھے تھے ان کو خدا کی راہ میں خرچ کیا جیساکہ رسول اللہ صلعم نے اس سے پہلے خبر دیدی تھی۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کی تکمیل آپ کے وصی حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے ہاتھوں ہوتی۔ پھر صدیق رضہ کے جانشین عمر بن خطاب نے تکمیل کی۔ عمر رضہ کے ذریعہ ان کفار ملحدین کو بڑی ذلت پہنچی۔ عمر رضہ نے منافقین اور سرکشوں کا قلع قمع کیا اور ان کی ساری سلطنتوں پر شرقاً غرباً غالب آگئے اور قریب و بعید تمام ملکوں کے خزائن واموال مرکز اسلام میں کھنچ آئے اور یہ ساری دولت حسب احکام شرع مستحق لوگوں میں اور واجبی امور میں صرف کی گئی۔ حضرت عمر رضہ رہے تو نیک نام رہے، اور مر گئے تو شہید مرے۔ اب مہاجرین وانصار نے بالاتفاق امیرالمومنین عثمان بن عفان رضہ کو خلیفہ بنایا۔ عثمان رضہ کے زمانہ میں اسلام کو بڑی زینت و نیک نامی حاصل رہی اور تمام دنیا میں انسانوں پر حجت اسلام غالب آگئی۔ انھیں کے زمانہ میں مشرق و مغرب سب جگہ اسلام کا بول بالا ہو گیا۔ کلمۃ اللہ کا رعب ہر جگہ کے انسانوں پر چھا گیا اور ملت حنیفیہ نے اعداء خدا پر غلبہ کامل حاصل کر لیا کبھی کسی قوم پر مسلط ہوئے اور کبھی کسی اور پر، یا ایسی قوم پر جو ان کافروں اور سرکشوں سے جوڑ توڑ رکھتی ہے یہ خدا کے اس فرمان کے تحت تھا کہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ وَلْیَجِدُوْا فِیْکُمْ غِلْظَۃً یعنی کافروں سے قتال میں نہایت سختی برتا کرو اس لئے کہ مومن کامل وہ ہے جو اپنوں پر شفیق ہو اور کافروں پر سخت گیر ہو۔ جیساکہ اللہ نے فرمایا ہے کہ سَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ الخ اور قولہ تعالیٰ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ اور قولہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ۔ اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خندہ جبیں بھی ہوں اور قتال کرنیوالا بھی ہوں یعنی دوستوں کے لئے خوش مزاج اور دشمنوں کے ساتھ جنگجو۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ کافروں سے قتال کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور یقین رکھو کہ اگر تم خدا سے ڈرے اور اس کی اطاعت کی تو خدا ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔ یہ چیز قرون ثلثہ میں جو اس امت کا بہترین زمانہ گزرا ہے غایت استقامت میں تھی اور یہ زمانہ قیام طاعت خداوندی کا زمانہ تھا مسلمان ہمیشہ کافروں پر غالب رہے ہمیشہ فتوحات ہوتی رہیں دشمن ہمیشہ خسارہ اور ذلت میں رہے اور جب بادشاہوں کے درمیان فتنے اور اختلافات بڑھ گئے تو دشمنوں نے اطراف وبلاد پر نظریں ڈالنا شروع کر دیں۔ اسلامی ممالک کی طرف بڑھنے لگے اور ملوک اعداء ایک دوسرے کے ساتھ گٹھ جوڑ کرنے لگے پھر ایک دوسرے کی مدد سے اسلامی ممالک کے حدود پر چڑھ دوڑے اور مسلمانوں کے بہت سے ملکوں پر قبضہ کر لیں لیکن جب کسی اسلامی بادشاہ نے احکام الٰہی کی اطاعت کی، خدا پر بھروسہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ضرور فتوحات عنایت فرمائیں اور کھوئے ہوئے ممالک دوبارہ حاصل کئے جا سکے خدا سے امید ہے کہ پھر وہ مسلمانوں کو غلبہ دے گا اور ساری دنیا میں توحید کا کلمہ بلند ہوگا۔ اللہ تو فیاض اور کریم ہے ؞ ؞

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ فَمِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ

أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِ إِيمَانًا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ

اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان میں ترقی دی. سو جو لوگ ایماندار

آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝

ہیں اس سورت نے ان کے ایمان میں ترقی دی ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں

وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَتْهُمْ

اور جن کے دلوں میں آزار ہے اس سورت نے ان میں ان کی گندگی کے ساتھ

رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ

اور گندگی بڑھا دی اور وہ حالت کفر

كَافِرُونَ ۝ ۱۲۵

ہی میں مریں گے

یہ آیتیں اتریں تو منافقین چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ اس سورت نے بھلا ان مسلمانوں کے اندر کونسا مزید ایمان اور مزید خوبی پیدا کر دی. تو اللہ پاک فرماتا ہے کہ ہاں یہ مزید ایمان مسلمانوں کے اندر یقیناً پیدا ہوا ہے اور وہ اس سے خوش بھی ہیں. یہ آیت ان بزرگ ترین دلائل میں سے ہے کہ ایمان کم بھی ہوتا ہے اور زیادہ بھی ہوتا ہے جیسا کہ اکثر علماء خلف و سلف کا مذہب ہے بلکہ اکثر کا یہ قول ہے کہ اس اعتقاد پر اجماع امت ہے اور اول شرح بخاری میں اس مسئلہ پر مبسوط اور طویل بحث ہو چکی ہے لیکن جن کے دلوں میں مرض ہے ان میں تو اس آیت سے اور شک ہی کے اندر اضافہ ہوتا جائے گا. جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ الخ یعنی قرآن تو مومنوں کے دلوں کو شفا بخشتا ہے اور قولہ تعالیٰ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولَٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ. یعنی ایمانداروں کے لئے قرآن ہدایت اور شفا ہے. کافروں کے کان تو قرآن کی طرف سے بہرے ہیں. ان کی آنکھیں اندھی ہیں گویا کہ وہ بہت ہی دور سے پکارے جا رہے ہیں کہ سن ہی نہیں سکتے یہ کتنی بڑی بدبختی کی بات ہے کہ جو چیز دلوں کی ہدایت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے وہ اُن کی ضلالت و ہلاکت کا سبب بن جائے جیسے کہ بیمار کو اچھی غذا بھی دی جائے تو نقصان ہی پہنچتا ہے ؞

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ

اور کیا ان کو نہیں دکھلائی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال میں ایک بار دو بار کسی

عَامٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ

نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں. پھر بھی باز نہیں آتے

وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝ ۱۲۶ وَإِذَا مَا

اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں. اور جب کوئی سورت

أُنْزِلَتْ سُورَةٌ نَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ

نازل کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں

هَلْ يَرَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوا ۚ

کہ تم کو کوئی دیکھتا تو نہیں پھر چل دیتے ہیں.

صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝ ۱۲۷

خدا تعالیٰ ان کا دل پھیر دیا ہے اس وجہ سے کہ وہ محض بے سمجھ لوگ ہیں

یہ منافقین کیا اتنا بھی نہیں جانتے کہ وہ سال بھر میں ایک بار یا دو بار فتنوں میں مبتلا کئے جا رہے ہیں پھر بھی اپنے سابقہ گناہوں سے باز نہیں آتے اور اس سلسلہ میں آئندہ جو اُن پر گزرنے والا ہے اس سے اندیشہ نہیں کرتے مجاہد کہتے ہیں کہ منافقین بھوک اور قحط کے فتنوں میں مبتلا کئے جاتے تھے قتادہ کہتے ہیں کہ جنگ کی آفت ان کے سر پر پڑتی رہتی تھی صحابہ کہتے ہیں کہ ہم ہر سال کوئی نہ کوئی جھوٹی افواہیں سنتے ہی رہتے جس سے اکثر لوگ بھٹک جاتے تھے. انس رضہ سے مروی ہے کہ سختی کا زمانہ بڑھتا ہی جا رہا ہے تنگدلی اور کوتاہ حوصلگی زیادہ ہو رہی ہے ہر سال گذشتہ سال سے بدتر آتا جا رہا ہے مندرجہ بالا آیت منافقین کے بارے میں ہے کہ جب کوئی

سورت نبی صلعم پر نازل کی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر کہنے لگتے ہیں کہ کوئی تمہیں دیکھتا تو نہیں تھا پھر وہ حق سے روگرداں ہو جاتے ہیں دنیا میں ان منافقین کا یہ حال ہے کہ نہ حق بات کے سامنے آتے ہیں نہ اس کو سمجھتے ہیں جیسا کہ فرمان خدا ہے فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ الخ وقولہ تعالیٰ فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ الخ یعنی ان لوگوں کو کیا ہوا کہ حق بات سے اعراض کرتے ہیں گویا کہ وہ وحشی جانور ہیں کہ شیروں سے بھاگتے ہیں سیدھے اور بائیں کھسک جاتے ہیں۔ حق سے باطل کی طرف جھک جاتے ہیں۔ اللہ نے اُن کے قلوب کو پھیر دیا ہے کہ، نہ اللہ کے خطاب کو سمجھتے ہیں اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں ؁

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ

تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو

عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ

تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں

رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ

ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں پھر اگر روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے

حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ

لئے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں، میں نے اسی پر

تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾ ع ۱۶ ۵

بھروسہ کر لیا اور وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مومنین پر اپنا احسان ظاہر فرماتا ہے کہ ہم نے تمہارے ہی جنس سے ایک رسول بھیجا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السّلام نے دُعا مانگی تھی کہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ اور لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ الخ اور لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ۔ جعفر بن ابی طالب نے نجاشی سے، اور مغیرہؓ نے سفیر کسریٰ سے کہا تھا کہ اللہ نے ہم میں ہماری ہی قوم کا ایک رسول بھیجا ہے جس کے نسب سے ہم واقف ہیں، جس کی صفات جانتے ہیں، جس کے اٹھنے بیٹھنے آنے جانے صدق و امانت سب ہی باتوں سے آشنا ہیں، زمانۂ جاہلیت سے بھی جس کے خاندان پر کوئی دھبّہ نہیں۔ حضرت صؐ نے فرمایا ہے کہ میرا سارا نسب بربناء نکاح رہا کہیں کسی سفاح کا شائبہ نہیں۔ آدم ع کے زمانے سے اب تک میرے آبا و اجداد میں کوئی بغیر نکاح نہیں پیدا ہوا۔ قولہ تعالیٰ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ۔ یعنی امت پر کوئی تکلیف اس کے لئے بہت ہی شاق ہے حدیث میں ہے کہ بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ۔ یعنی آسان دین لے کر آیا ہوں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ یہ شریعت نہایت آسان اور سہل ہے۔ اللہ نے بہت آسان کر کے بھیجا ہے انھیں بڑی تمنا رہتی ہے کہ تم ہدایت پا جاؤ اور دنیوی اور اُخروی نفع اندوزی کر سکو۔ صحابہ کہتے تھے کہ حضرت صؐ نے ہمیں اس قدر معلوماتِ عامّہ دی ہیں کہ فرض کرو، کوئی پرندہ بھی جو آسمان پر اڑتا ہے اُس کے بارے میں بھی معلومات بخشیں۔ حضرت صؐ نے فرمایا ہے کہ جنت سے قریب کرنے والی اور دوزخ سے دُور کرنے والی کوئی ذرا سی بات بھی ایسی باقی نہ رہی جو میں نے تمہیں نہ بتا دی ہو حضرت کا فرمان ہے کہ اللہ پاک نے ہر حرام اور ناجائز چیز کے متعلق مکمل طور پر تمہیں سمجھا دیا ہے، اگر تم اس کے بیان کردہ محرمات سے دور نہ رہو گے تو میں تمہیں بتلا دیتا ہوں کہ دوزخ کے شعلوں میں ایسے گرو گے جیسے پروانہ شمع پر گرتا ہے ؁

ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو فرشتے آئے جب کہ آپؐ سو رہے تھے ایک پائنتی بیٹھ گیا اور ایک سرہانے۔ پائنتی والے فرشتے نے سرہانے والے سے کہا کہ ان کی اور ان کی امت کی کوئی مطابقِ حال مثال بیان کرو۔ تو وہ کہتا ہے کہ آپ کی مثال امت کے ساتھ ایسی ہے جیسے سفر کرتے ہوئے ایک لق و دق جنگل میں پہنچ گئے ہوں۔ زادِ راہ توشہ وغیرہ کچھ باقی نہ رہا ہو، نہ آگے سفر جاری رکھ

سکتے ہیں نہ ہی واپس ہونے کی کوئی صورت ہے ایسے میں ایک مرد خوش پوش ان کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کیا میں تمہیں یہاں سے نکال کر ایسے باغوں میں لے چلوں جو سرسبز و شاداب ہوں۔ نہریں اور حوض ہوں، کیا میرے ساتھ چلو گے؟ وہ بڑی خوشی سے راضی ہوجاتے ہیں وہ انھیں لے چلتا ہے وہ انھیں سرسبز و شاداب باغ میں لے آتا ہے وہ خوب میوے کھاتے ہیں پانی پیتے ہیں اور خوب پھلتے پھولتے ہیں۔ پھر ان سے کہتا ہے کیا میں نے تمھارے ساتھ خیرخواہی کا حق ادا نہیں کیا اور کیا تمھیں ایسے سرسبز و شاداب جگہ پر نہیں پہنچا اب سنو آگے اور باغات ایسے ہیں جو اس سے بھی زیادہ پربہار ہیں اس سے بھی کہیں زیادہ شاداب حوض ہیں۔ آؤ تمہیں اب وہاں لے چلوں۔ تو بعض نے کہا تم نے پہلے بھی سچ کہا تھا اور اب بھی سچ کہہ رہے ہو ہم تمھارے ساتھ ہیں اور بعض نے کہا ہم تو یہیں اچھے ہیں، ہمیں یہی بس ہے آگے کے تمتعات کی ضرورت نہیں۔ یعنی وہ لوگ ہیں جو دنیا کے پیچھے ہی دیوانے ہوگئے ہیں۔ عاقبت کی خبر نہیں لیتے حالانکہ یہاں سے کہیں زیادہ وہاں خوش عیشیاں ہیں ۞ ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ سے مدد مانگی۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں خوں بہا ادا کرنے کے لئے مدد چاہی تھی آپؐ نے اسے کچھ دیا اور فرمایا۔ لو میں نے تمھارا کام نکال دیا اور تمہارے ساتھ احسان کیا۔ اس نے کہا نہیں کوئی احسان نہیں کیا۔ یہ سُن کر بعض صحابہ غضبناک ہوئے اور اُس پر دست درازی کا ارادہ کیا تو حضرت نے اشارہ سے انھیں منع کر دیا۔ حضرتؐ اُٹھ کر اپنے ٹھکانہ پر گئے اور اعرابی کو بُلا بھیجا اور کہا تم نے مانگا اور میں نے دیا اور خیر تم نے جو کہا سو کہا، اچھا یہ اور بھی لو۔ اور پھر پوچھا۔ اب بھی میرا سلوک تمھارے ساتھ اچھا رہا یا نہیں۔ اعرابی نے کہا ہاں اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ حضرتؐ نے فرمایا میرے اصحاب تمھاری طرف سے برگشتہ بنے ہوئے ہیں۔

اب تم ان کے سامنے جاؤ تو اس وقت تم نے جو مجھ سے کہا تھا، ان کے سامنے بھی تصدیق کر دو تاکہ ان کے دل کی گرفت نکل جائے کہا اچھا پس جب اعرابی آیا تو حضرتؐ نے فرمایا کہ اس نے اگر سوال کیا تھا میں نے دیا لیکن اُس نے جو کہا تھا تم جانتے ہو میں نے اُسے بُلا کر اور دیا ہے اب وہ راضی ہے، کیوں اے بدوی! یہ بات ٹھیک ہے؟ بدوی نے کہا ہاں خدا آپؐ کو جزا دے ۞ حضرتؐ فرماتے ہیں کہ میری اور بدوی کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کی اونٹنی ہو وہ بھڑک گئی لوگ اس کے پیچھے دوڑے، اونٹنی اور بھی متوحش ہو گئی۔ تو اونٹنی والے نے کہا تم اس کو مطیع کرنے کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو میں اس کے انداز سے خوب واقف ہوں میں اس کو نرم کر لوں گا پھر اس نے گھاس لی اور اسے بتایا وہ آگئی اس کو گھاس کھلا کر پکڑ لیا اور اس پر پالان ڈال دیا اگر اس کی بدتمیزی کی بات کرنے پر میں بھی تمہاری طرح ناراض ہوجاتا تو وہ دوزخی بن جاتا لیکن یہ حدیث ضعیف ہے واللہ اعلم بالصواب ۞ قولہ تعالیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ چنانچہ اس آیت کریمہ میں بھی یہی حکم ہوتا ہے کہ جو شریعتِ عظیمہ کہ تم لاتے ہو اگر یہ لوگ اس سے پیٹھ پھیریں تو کہہ دو کہ مجھے اللہ کافی ہے میں تم پر نہیں بھروسہ رکھتا ہوں۔ خدا ہر شے کا مالک اور خالق ہے وہ رَبِّ عرش عظیم ہے اس کا عرشِ عظیم سقف مخلوقات ہے۔ زمین و آسمان کی ساری مخلوق اس کے عرش تلے ہے ساری مخلوق اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اُس کا علم ہر شے پر محیط ہے اُبی بن کعب کہتے ہیں کہ قرآن کی آخری آیت لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ والی آیت ہے اور یہ کہ قرآن کی تمام آیتیں اور سورتیں خلافتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ میں قرآنِ مرتبہ کی صورت میں جمع کی گئیں۔ لوگ لکھتے جاتے تھے اور ابی ابن کعب لکھواتے جاتے تھے۔ جب سورۃ براۃ کی اس آیت پر پہنچے ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ۔ تو یہ گمان کیا گیا کہ یہ قرآن کی آخری آیت ہے تو اُبی بن کعب نے اُن سے

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد مجھے یہ دو آیتیں بھی سنائی تھیں لَقَدْ جَآءَكُمْ آخر سورت تک اور کہا کہ یہ قرآن کی آخری آیت ہے اور اسی پر ختم ہے جس سے ابتدا ہوتی تھی یعنی اس خدا کے نام پر جس کے سوا کوئی خدا نہیں اسی سے متعلق اللہ تعالے کا قول ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۔ عبد اللہ ابن زبیر رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضؓ کے پاس حارث بن خزیمہ نے یہ دو آیتیں پیش کی تھیں جو آخر سورۂ براءت کی ہیں حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ اس وحی کی شہادت اور کون دیں گے؟ حارث نے کہا یہ تو مجھے علم نہیں کہ اور کون اس کو جانتا ہے لیکن خدا کی قسم میں نے خود اس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور اس کو خوب یاد رکھا ہے تو عمر رضؓ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ کم از کم تین آیتیں ہوتیں تو میں اس کو ایک علیحدہ سورت قرار دیدیتا تم اسے قرآن میں کہیں رکھدو چنانچہ اس کو سورۂ براءت کے آخر میں رکھدیا گیا یہ بات آگے گذر چکی ہے کہ عمر بن خطاب ہی نے حضرت صدیق کو مشورہ دیا تھا کہ قرآن کی ساری آیتوں کو تلاش کر کے ایک جگہ جمع کر لینا نہایت ہی قرین مصلحت ہے چنانچہ حضرت صدیق نے زید بن ثابت رضؓ کو جمع قرآن کا حکم دیا وہ قرآن کو جمع اور ترتیب کرتے جاتے تھے اور عمر بھی وہاں موجود ہوتے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ زید رضؓ نے کہا کہ سورۂ براءت کا آخری حصہ میں نے خزیمہ بن ثابت یا ابی خزیمہ کے پاس دیکھا اور یہ بھی ہم نے بیان کر دیا کہ صحابہ رضؓ کی ایک جماعت نے اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا جیسا کہ خزیمہ بن ثابت نے کہا تھا کہ واللہ اعلم ابو الدرداء رضؓ بیان کرتے ہیں کہ جو صبح شام سات بار پڑھ لیا کرے :-
حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ط تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے کام بنا دے گا اور جو ارادہ کر رہا ہو اس کو پورا کرے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ صدق دل سے پڑھا ہو یا نہیں لیکن اس جملہ کی زیادتی غریب ہے ایک مرفوع روایت میں ہے کہ اسی طرح مذکور ہے لیکن یہ بھی ناقابل تسلیم ہے۔ واللہ اعلم ٭٭

سورۂ براءت کی تفسیر ختم ہو گئی۔ وللہ الحمد والمنة

تفسیر سورۂ یونس علیہ السلام مکیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والا ہے۔

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ ①
یہ پُر حکمت کتاب کی آیتیں ہیں ٭

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی
کیا ان لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے اُن میں سے ایک شخص
رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ
کے پاس وحی بھیجدی کہ سب آدمیوں کو ڈراتے اور جو ایمان لے آئے
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ
ان کو یہ خوشخبری سنائیے کہ اُن کے رب کے پاس اُن کو پورا
عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا
مرتبہ ملے گا۔ کافر کہنے لگے کہ یہ شخص تو بلاشبہ
لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ ②
صریح جادوگر ہے ٭

حروف مقطعات جو سورتوں کے آغاز میں ہوا کرتے ہیں ان پر کلام پہلے گزر چکا ہے اور سورۂ بقرۃ کے اوائل میں اس پر سیر حاصل تبصرہ ہو چکا ہے ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ (الٓرٰ) سے انا اللہ اریٰ مراد ہے یعنی میں خدا ہوں اور سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ ضحاک وغیرہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ یہ قرآن محکم و مبین کی آیتیں ہیں۔ مجاہد کا بھی یہی قول ہے حسن کہتے ہیں

کہ کتاب سے مُراد توراۃ و زبور ہیں۔ قتادہ کا خیال ہے کہ کتاب سے مُراد وہ تمام الہامی کتابیں ہیں جو قرآن سے قبل تھیں لیکن یہ خیال لایعنی سا ہے قولہ تعالیٰ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا۔ کفار جو تعجب کرتے ہیں اس پر اللہ پاک فرماتا ہے کہ اس میں تعجب کی کونسی بات ہے کہ پیغمبر من جنسِ بشر ہوں، جیسا کہ اللہ پاک نے قرونِ ماضیہ کے کفار کا قول نقل فرمایا ہے کہ اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا یعنی کیا کوئی بشر ہمیں ہدایت کرے گا؟ یہاں کا قرون کی مُراد ہود و صالح سے تھی۔ ہود و صالح ع کہتے ہیں اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ اگر تمہیں ہی میں سے کسی پر وحی بھیجی گئی اور اسے پیغامبر بنایا گیا۔ چنانچہ کفار قریش کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافر کہتے ہیں کہ محمد نے تو سارے خداؤں کا ایک خدا بنا دیا اور یہ بڑی ہی عجیب بات ہے ابن عباس سے مروی ہے کہ جب اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو عربوں نے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ اللہ کی شان تو اس سے بڑی ہے کہ محمد جیسے شخص کو رسول بنا کر بھیجے تو اللہ نے فرمایا کہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ کے بارے میں اختلاف ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد یہ ہے کہ پہلے ہی بیان تصدیق کرنا اور سعادت حاصل کر لینا ہے اور اپنے اعمال کا اجرِ حسن پاتا ہے۔ یہ بالکل خدا کے اس قول کے مشابہ ہے کہ لِيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا یعنی تاکہ انھیں جنگ اور عذاب سخت سے ڈرائے۔ قَدَمَ صِدْقٍ کے بارے میں مجاہد کہتے ہیں کہ اعمالِ صالحہ مُراد ہیں جیسے صلوٰۃ، صوم، صدقہ، تسبیح اور شفاعتِ پیغمبر۔ قتادہ سلفِ صدق مُراد لیتے ہیں۔ ابن جریر نے مجاہد کی ہم خیالی کرتے ہوئے اعمال صالحہ مُراد لی ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ قَدَمُ صِدْقٍ فِي الْاِسْلَامِ۔ حسان رض کا شعر ہے ؎

لنا القدم العليا اليك وخلفنا
لاولنا فى طاعة الله تابع

"ہمارے اعمال اور ہمارے طور طریق تمہارے ساتھ ہیں اور طاعت خداوندی کے بارے میں ہمارے اخلاف اپنے اسلاف کے پابند ہیں۔" خدا فرماتا ہے کہ اس کے باوجود کہ ہم نے انھیں میں سے ایک شخص کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا پھر بھی یہ کافر کہتے ہیں کہ تو کھلا جادوگر ہے۔ یہ کافر بالکل جھوٹے ہیں ؛

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو
وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى
چھ روز میں پیدا کیا ہے پھر عرش پر
الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ
قائم ہوا اور وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے، کوئی سفارش کرنیوالا
اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ
نہیں بدوں اس کی اجازت کے ایسا اللہ تمہارا رب ہے
فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝
سو تم اس کی عبادت کرو کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے ؛

ارشادِ باری ہے کہ اللہ تمام عالم کا پروردگار ہے اس نے زمینوں اور آسمانوں کو چھ دن میں پیدا کیا۔ کہا گیا ہے کہ یہ دن ہمارے دنوں کے جیسے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہزار سال کا ایک دن تھا جس کا بیان آگے آئیگا پھر وہ عرش عظیم پر متمکن ہو گیا اور عرش سب مخلوقات میں سب سے بڑی مخلوق ہے۔ وہ سُرخ یاقوت کا بنا ہوا ہے یا یہ کہ وہ بھی خدا کا ایک نور ہے۔ خدا سارے خلائق کا مدبّر سرپرست اور کفیل ہے۔ اس کی نگہداشت سے زمین یا آسمانوں کا ایک ذرہ بھی بچا چھوٹا نہیں۔ ایک توجہ اس کو دوسری طرف کی توجہ سے نہیں روک سکتی اس کے لئے کوئی بات بھی غلط طور پر باقی نہیں رہ سکتی۔ پہاڑوں، سمندروں آبادیوں اور جنگلوں کہیں بھی کوئی بڑی تدبیر چھوٹی طرف دھیان سے

نہیں روک سکتی کوئی جاندار بھی دنیا میں ایسا نہیں جس کا رزق خدا کے ذمہ نہ ہو۔ ایک چیز بھی حرکت کرتی ہے ایک پتہ بھی گرتا ہے تو وہ اس کا علم رکھتا ہے زمین کی تاریکیوں میں کوئی ذرہ ایسا نہیں اور نہ کوئی تر و خشک ایسا ہے جو اس کی لوح محفوظ یعنی کتاب علم میں نہ ہو۔ جس وقت یہ آیت اتری اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کہ مسلمانوں کو ایک بڑا قافلہ آتا دکھائی دیا معلوم ہو رہا تھا کہ بدوی لوگ ہیں لوگوں نے پوچھا تم کون لوگ ہو تو کہا ہم جن ہیں اس آیت کے سبب ہم شہر سے نکل پڑے ہیں اور قولہ تعالیٰ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ یعنی کوئی اس کی اجازت کے بغیر کسی کی شفاعت نہ کر سکے گا۔ یہ قول خدا کے اس قول کے مطابق ہے مَنْ ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ اور ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ الخ یعنی ان لوگوں نے عبادت کے لئے خدا ہی کی ذات کو خاص کر لیا ہے۔ اور اے مشرکو! تم عبادت میں اللہ کے ساتھ دوسرے خداؤں کو بھی شریک کر لیتے ہو حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ پیدا کرنے والا خدا ایک ہی ہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں ہو سکتی خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم ان سے پوچھو کہ تمہیں کس نے پیدا کیا؟ تو اعتراف کر لیں گے کہ اللہ نے۔ اور اگر پوچھو کہ یہ عرش عظیم اور ساتوں آسمانوں کا خدا کون ہے تو فوراً بول اٹھیں گے کہ اللہ ہے تو ان سے پوچھو کہ اس خدا سے ڈرتے کیوں نہیں ہو اور شرک کیوں کرتے ہو

اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ اِنَّهٗ

تم سب کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے اللہ نے سچا وعدہ کر رکھا ہے۔ بیشک وہی

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ

پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا تاکہ ایسے لوگوں

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ

کو جو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے انصاف کے ساتھ جزا دے

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَھُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے واسطے کھولتا ہوا پانی پینے کو ملیگا

وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ④

اور دردناک عذاب ہوگا ان کے کفر کی وجہ سے ٭٭

اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ قیامت کے روز مخلوق کا رجوع اسی کی طرف ہوگا ہر متنفس جس کو اسی نے پیدا کیا ہے ضرور پھر اس کی طرف لوٹایا بھی جائے گا۔ کیونکہ جیسے پہلے پیدا کیا تھا دوبارہ بھی اسی کو پیدا کر سکتا ہے اور نیک اعمال کی جزا عدل کے ساتھ دے گا کم نہ کرے گا۔ اور کافروں کو ان کے کفر کے سبب قیامت میں مختلف عذاب دیئے جائینگے جیسے باد سموم اور آب حمیم کے اور اسی نوعیت کے اور کبھی یہ جہنم جسے یہ کافر جھٹلا رہے ہیں اسی میں رات دن اسکا بسیرا ہوگا اور گرم پگھلے ہوتے تانبے کی طرح پانی پینے کو ملے گا

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاۗءً وَّالْقَمَرَ

وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی

نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ

بنایا اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی

السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ

گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں

اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ⑤

پیدا کیں وہ یہ دلائل ان لوگوں کو صاف صاف بتلا رہے ہیں جو دانش رکھتے ہیں

اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ

بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور اللہ نے جو کچھ آسمانوں

اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ

اور زمین میں پیدا کیا ہے ان سب میں ان

لِقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ⑥

لوگوں کے واسطے دلائل ہیں جو (خدا کا ڈر) مانتے ہیں۔

اللہ پاک اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت پر اور عظمتِ سلطنت پر دلالت کرنے والی کیسی کیسی نشانیاں پیدا کیں۔ جرم شمس سے نکلنے والی شعاعوں کو اس نے تمہارے لئے ضیا بنایا اور قمر کی روشنی کو تمہارے لئے نور بنایا۔ روشنی شمس الگ قسم کی ہے اور روشنی قمر الگ نوعیت کی ہے روشنی ایک ہی ہے پھر بھی دونوں میں بڑا فرق ہے کہ ایک روشنی دوسری سے میل نہیں کھاتی دن میں سورج کی بادشاہت ہے تو رات میں چاند کی۔ اجرام سماوی دونوں، لیکن سورج کے منازل نہیں مقرر کئے اور چاند کے منازل مقرر کئے پہلی تاریخ چاند نکلتا ہے تو بہت ہی چھوٹا نکلتا ہے پھر اس کی روشنی بھی بڑھتی جاتی اور جرم بھی بڑھتا ہے حتیٰ کہ کامل ہو جاتا ہے گول دائرہ بن جاتا ہے اس کے بعد پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور پورے ایک مہینے بعد پھر اپنی حالتِ اول پر آجاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ پاک نے وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ الخ قمر کے لئے ہم نے گھٹاؤ اور بڑھاؤ کے منازل قرار دیئے ہیں کہ وہ گھٹ گھٹ کر پرانی سوکھی ٹہنی کے مانند ہو جاتا ہے نہ تو سورج چاند کو جا پکڑتا ہے اور نہ رات ہی دن سے آگے بڑھ جاتی ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے ضابطہ اور قانون کی رُو سے اپنے اپنے مدار پر گھوم رہے ہیں اور قولہ تعالیٰ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا۔ شمس اور قمر کا اپنا اپنا حساب ہے۔ اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ شمس کے ذریعہ دن پہچانے جاتے ہیں اور قمر کی گردش سے مہینوں اور سالوں کا حساب لگتا ہے۔ اللہ نے انکو عبث نہیں پیدا کیا ہے بلکہ خلقِ عالم میں ایک حکمتِ عظیمہ پنہاں ہے اور اس کی قدرت پر حجت بالغہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا الخ یعنی ہم نے آسمان وزمین و ما فیہا کو باطل طور پر نہیں پیدا کیا یہ کافروں کا گمان ہے کافروں پر دوزخ کی ہلاکت ہے اور قولہ تعالیٰ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ الخ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کر دیا، عبث پیدا ہو کر تم عبث مر گئے اور پھر ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔ اللہ کی ذات بلند و بالا ہے وہ خدائے واحد ربِّ عرشِ کریم ہے آیات کا مطلب یہ کہ ہم حجت و دلائل کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ سمجھنے والے سمجھ جائیں۔ اختلافِ لیل و نہار کا مطلب یہ ہے کہ دن جاتا ہے تو رات آتی ہے اور رات جاتی ہے تو دن آتا ہے ایک دوسرے پر غالب آکر قرار پذیر نہیں ہو جاتا جیسا کہ قولِ باری ہے يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا۔ رات دن پر چھا جاتی ہے اور دن رات پر چھا جاتا ہے مگر کیا مجال کہ سورج چاند سے جا ٹکرا کھائے قولہ تعالیٰ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا۔ صبح کو پو پھٹتی ہے اور رات سکون سے گزرتی ہے۔ خدا نے آسمان و زمین میں جو کچھ پیدا کیا ہے وہ اس بات کی نشانیاں ہیں کہ اس کی قدرت کتنی عظیم ہے۔ جیسا کہ قولِ خداوندی ہے وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ زمین و آسمان میں خدا کی کتنی ہی نشانیاں بھری پڑی ہیں قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ الخ غور کرو کہ آسمان و زمین میں کیا کچھ نشانیاں نہیں ہیں اور کافروں کو متنبہ کرنے والے کیا کیا دلائل نہیں نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا وہ آسمان و زمین میں اِدھر اُدھر اپنے آگے اور پیچھے نظر نہیں ڈالتے یہ نشانیاں عقل والوں کے لئے ہیں اور خدا کے عتاب و عذاب سے بچنے والوں کے لئے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا

جن لوگوں کو ہمارے پاس آنیکا کھٹکا نہیں ہے اور وہ دنیوی زندگی پر

بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ

راضی ہو گئے ہیں اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں سے

عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ

بالکل غافل ہیں۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانا اُن کے

مَاْوٰىھُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے ٭

جو اشقیاء کہ قیامت کے دن اللہ سے ملنے کا انکار کرتے ہیں اور ملاقاتِ خداوندی کا ذرا بھی یقین نہیں صرف حیات دنیاوی کے طالب ہیں اور اسی دنیا سے ان کے نفوس خوش ہیں اس آیت میں انھیں سے متعلق خبر دی گئی ہے حسن کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ان کافروں نے حیاتِ دنیوی کو نہ تو زینت دی نہ اس کو مرتفع کیا اور پھر اس حیات سے راضی بھی ہو گئے وہ خدا کی آیاتِ کونیہ سے بڑے ہی غافل ہو گئے ہیں ذرا بھی اپنی زیست پر غور و تدبر نہیں کرتے قیامت کے روز انکا ٹھکانہ دوزخ ہے اور یہ ٹھیک ٹھیک بدلہ ہے انکے اعمالِ دنیاوی کا کیونکہ خدا اور رسولِ خدا اور یوم آخرت سے انھوں نے جو انکار کیا اور جو معاصی اور جرائم کہ انھوں نے کئے انکا اقتضا یہی تھا ٭

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے اُن کا رب ان کو بوجہ

يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ

ان کے مومن ہونے کے ان کے مقصد تک پہنچا دیگا ان کے نیچے نہریں جاری

الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا

ہوں گی چین کے باغوں میں اُن کے منھ سے یہ بات نکلے گی کہ سبحان

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ

اللہ اور اُن کا باہمی سلام یہ ہوگا السلام علیکم۔ اور ان کی اخیر بات

ع ۱ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

یہ ہوگی الحمد للہ رب العالمین ٭

یہاں ان سعادت مندوں کی خبر دی جا رہی ہے جو ایمان لائے اور پیغمبروں کی تصدیق کی، فرماں برداریاں کیں نیک عمل کئے اور یہ وعدہ کیا گیا کہ ان کے نیک اعمال کی بنا پر انھیں ہدایت بخشی جائے۔ یہاں بِاِیمانِہِم کا (ب) سببیہ ہو سکتی ہے یعنی دنیا میں ان کے ایمان لانے کے سبب قیامت کے روز صراطِ مستقیم پر اللہ تعالیٰ انھیں سیدھا قائم رکھے گا حتیٰ کہ وہ اس کو طے کر لیں گے اور جنت تک جا پہنچیں گے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ (ب) استعانت کا ہو جیسے کہ مجاہد نے کہا ہے کہ ان کے ساتھ ایک نور ہوگا جس کی مدد سے وہ راستہ چلیں گے اور ابن جریر کا قول ہے کہ اُن کے اعمال ایک اچھے مجسمہ اور ہوائے خوشبودار کی شکل میں ہونگے اور جب قبر سے اٹھیں گے تو یہ مجسمات حسنہ انکے آگے آگے چلیں گے اور انھیں ہر طرح کے خیر کی خوشخبری دیتے رہیں گے اور جب وہ نیکوکار پوچھے گا کہ تم کون ہو؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم تمہارے اعمالِ صالحہ ہیں اب وہ اسکے سامنے نور بن کر چلتے رہیں گے اور جنت تک اسے لا چھوڑیں گے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یَہْدِیْہِمْ رَبُّہُمْ بِاِیْمَانِہِمْ اور کافر کے اعمال نہایت بدصورت مورتی کی شکل میں ہوں گے اور نہایت بدبودار ہوا کا جسم اختیار کریں گے۔ وہ اپنے ساتھی کے ساتھ چمٹے رہیں گے اور دوزخ میں لا گرائیں گے قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ واللہ اعلم ٭ اہل جنت کا یہ حال ہوگا کہ ان کا خطاب سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ ہوگا۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ جب ان کے پاس سے کوئی پرندہ اڑتا گزرے گا جس کی خواہش انھیں پیدا ہوگی تو مذکورہ بالا کلمہ زبان پر لائیں گے یہی ان کا بلاوا ہوگا تو ایک فرشتہ ان کے مرغوبات لے کر حاضر ہو جائے گا سلام کرے گا وہ جواب سلام دیں گے چنانچہ فرمایا تَحِیَّتُہُمْ فِیْہَا سَلٰمٌ۔ وہ جب کھا چکیں گے تو اللہ کا شکر اور حمد کیا کریں گے۔ اسی لئے کہا کہ اٰخِرُ دَعْوٰہُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مقاتل ابن حیان کہتے ہیں کہ جب اہل جنت کوئی کھانے کی چیز منگوانا چاہیں گے تو سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ کہیں گے

تو اس کے پاس دس ہزار خادم سونے کے خوان لئے حاضر ہو جائینگے کہ ہر خوان میں ایک تازہ تازہ کھانا ہوگا۔ وہ ہر ایک میں سے کچھ نہ کچھ کھائے گا، سفیان ثوری کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص کوئی چیز مانگے گا تو سبحانک کہے گا۔ اور یہ آیت تحیتھم یوم یلقونہ سلام والی آیت کے مشابہ ہے اور قولہ لا یسمعون فیھا لغوا ولا تاثیما الا قیلا سلاما سلاما۔ وغیرہ یہ سب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ رب پاک ہمیشہ ہمیشہ محمود ہے اور ہمیشہ کا معبود ہے اسی لئے ابتدائے خلق میں بھی اس نے اپنی ذات کی حمد فرمائی اور استمرار حال میں بھی۔ ابتدائے قرآن میں بھی اور ابتدائے تنزیل میں بھی جیسا کہ فرمایا الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب الخ جس کی شرح احوال بہت طویل و بسیط ہے۔ وہ اول و آخر محمود ہے خواہ دنیا ہو کہ دین ہو اسی لئے حدیث میں ہے کہ اہل جنت کو تسبیح و تحمید سکھائی گئی ہے جیسا کہ نفس کی خواہشات بھی انہیں دی گئی ہیں اور جیسے جیسے اللہ کی نعمتیں ان پر بڑھتی جائیں گی یہ تحمید و تسبیح بھی مستزاد ہوتی جائے گی نہ اس کو اختتام ہوگا نہ انقضاء خدا کے سوا کوئی اور خدا اور پالنہار نہیں ہے۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر جلدی سے نقصان واقع کر دیا کرتا جس طرح وہ فائدہ کیلئے

بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ

جلدی مچاتے ہیں تو ان کا وعدہ کبھی کا ہو چکا ہوتا۔ سو ہم ان لوگوں کو جن کو ہمارے پاس

لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (11)

آنے کا کھٹکا نہیں ان کے حال پر چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے لطف و حلم کی خبر دے رہا ہے کہ انسان اگر اپنی تنگدلی اور غصہ کے سبب اپنی جان اور مال اور اولاد کو کوستا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بد دعا قبول نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ بد دعا کچھ دلی ارادے سے نہیں کی گئی ہے یہ خدا کی عین رحمت و کرم کا اقتضاء تھا لیکن وہ دعا قبول کر لیتا ہے اگر وہ اپنے

نفسوں اور مال و اولاد کے لئے کریں اور اسی لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انہیں مصیبت پہنچانے میں بھی ایسی ہی جلدی کرے جیسے کہ انسان اپنی خیر کے لئے جلدی کرتا ہے تو اس کے لئے تو نہ آتی موت آ جائے لیکن انسان کے لئے یہ ہرگز زیبا نہیں کہ بار بار ایسا کہنے لگے اور بد دعائیں دینے کی عادت ہی ڈال لے جیسے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنے کو کوس نہ لیا کرو اور نہ اپنی اولاد اور اموال کو بد دعائیں دو کیونکہ کوئی کوئی گھڑی قبولیت دعا کی ہوتی ہے اگر اس وقت بد دعا زبان سے نکل گئی تو کارگر ہی ہو کر رہے گی۔ مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ بد دعا انسان کا قول ہے جو بوقت غضب اپنے یا اپنے اموال و اولاد کے لئے کرتا ہے ایسی صورت میں چاہئے کہ آدمی فوراً یہ کہہ لے۔ اللھم لا تبارک فیہ یعنی اے خدا اس بات میں برکت نہ دے ورنہ اس کی بات قبول ہو جائیگی تو اس کا تو ناس ہی ہو جائیگا

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے لیٹے بھی

اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَاۗىِٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ

بیٹھے بھی۔ کھڑے بھی۔ پھر جب ہم اس کی وہ تکلیف اس سے

ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ

ہٹا دیتے ہیں تو پھر اپنی پہلی حالت پر آ جاتا ہے کہ گویا جو تکلیف اسکو پہنچی اس کے ہٹانے کے لئے

كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (12)

کبھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا ان حد سے نکلنے والوں کے اعمال انکو اسی طرح مستحسن معلوم ہوتے ہیں

اس آیت کے ذریعہ اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ جب انسان کو کسی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا واذا مسہ الشر فذو دعاء عریض۔ یعنی مصیبت پڑتی ہے تو بڑی لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتا ہے سابقہ آیت اور یہ آیت دونوں ہم معنی ہیں کیونکہ جب اس کو سختی پہنچتی ہے تو بے تاب اور بے صبر ہو جاتا ہے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے مصیبتوں کے بادل ہٹ

جانے کی دعائیں مانگنے لگتا ہے اور جب اللہ اس کو پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات دیتا ہے تو وہ اب اعراض کر جاتا ہے پہلوتہی کرتا ہے جیسے کبھی اس پر مصیبت آئی ہی نہ تھی اللہ تعالیٰ اس شیوہ کی مذمت فرماتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ بات تو گنہگاروں اور بدکاروں ہی کو زیب دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جنھیں ہدایت و توفیق عطا فرمائی ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ جیسا کہ حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ مومن کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے جو کچھ منجانب اللہ اس پر سرزد ہوتا ہے اس کے لئے خیر ہی بن جاتا ہے۔ مضرت پہنچی اور اس نے صبر کیا تو اجر ملا۔ راحت و مسرت پہنچی اور شکر کیا تو اجر ملا یہ نوازش تو صرف مومن ہی کے ساتھ مخصوص ہے ؎

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا

اور ہم نے تم سے پہلے بہتیرے گروہ کو ہلاک کر دیا ہے جبکہ انھوں نے ظلم کیا حالانکہ

وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا

ان کے پاس ان کے پیغمبر بھی دلائل لے کر آئے اور وہ ایسے کب تھے کہ ایمان

لِيُؤْمِنُوْا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾

لے آتے۔ ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰۗىِٕفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِ

پھر اس کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے ان کے تم کو آباد کیا تاکہ

هِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو ؎

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ سابقہ رسل جب ان کافروں کے پاس بیّن دلائل اور واضح براہین لے کر آئے تھے اور انھوں نے تکذیب کی تھی تو کیسے ہلاک کر دیئے گئے تھے پھر اللہ پاک نے ان کے بعد اس قوم کو پیدا کیا ہے اور ان کے پاس اپنا ایک رسول بھیجا ہے اور دیکھنا چاہتا ہے کہ یہ بھی اپنے رسولِ وقت کی بات سنتے ہیں یا نہیں حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ دنیا بڑی شیریں اور بڑی سرسبز ہے اب اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تم کو سابقہ قوم کا جانشین بنایا ہے تاکہ دیکھے کہ تم کیسا عمل کرتے ہو چاہیے کہ دنیا کی ناجائز خواہشات سے الگ ہی رہو اور بڑی بات یہ ہے کہ عورتوں سے بہت محتاط رہو کیونکہ پہلا فتنہ جو بنی اسرائیل پر آیا وہ عورتوں کا فتنہ تھا ؎ ایک دفعہ عوف بن مالک رضؓ نے حضرت ابوبکر رضؓ سے اپنا خواب بیان کیا گویا ایک رسی آسمان سے لٹکی ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھینچ لیا پھر وہ آسمان سے متعلق ہو گئی تو ابوبکر رضؓ نے کھینچ لیا۔ پھر لوگ منبر کے اطراف اس کو ناپنے لگے اور عمر رضؓ کے ناپ میں وہ منبر سے تین ہاتھ لمبی نکل آئی۔ وہاں عمرؓ بھی تھے۔ عمر رضؓ نے سن کر کہا "ارے تمھارا خواب چھوڑو بھی، کہاں کا خواب اور ہمیں اس سے کیا واسطہ"۔ لیکن جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو عوف سے کہنے لگے، عوف! تم اپنا خواب تو سناؤ عوف نے کہا اب خواب کی کیا پڑی ہے تم نے تو مجھے اس کے سنانے پر جھڑک دیا تھا۔ عمر رضؓ نے کہا خدا تمھارا بھلا کرے میں ہرگز یہ نہیں چاہتا تھا کہ تم نفس صدیق خلیفۂ رسول کی خبرِ مرگ سناؤ۔ پھر عوف نے خواب بیان کیا۔ حتیٰ کہ جب یہاں پہنچے کہ لوگ منبر تک تین تین ہاتھ اسے ناپنے لگے تو عمر رضؓ نے کہا کہ ایک تو ان تین میں سے خلیفہ تھا یعنی ابوبکر اور دوسرا وہ جو خدا کے معاملہ میں کسی کی ملامت و ناراضی کی پرواہ نہیں کرتا اور تیسرے ہاتھ کا اختتام کا مطلب یہ ہے کہ وہ شہید ہوگا۔ عمر رضؓ نے کہا، قولہ تعالیٰ ہے ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰۗىِٕفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ۔ اب ہم تم کو خلیفہ بناتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ تم کیسا عمل کرتے ہو چاہیے اے عمرابن! تو خلیفہ بنا ہے اور کرتے وقت سوچ کہ کیا کر رہا ہے لومۃ لائم سے نہ ڈرنے کا ذکر جو عمر رضؓ نے کیا وہ احکامِ خداوندی کے بارے میں تھا اور لفظ شہید سے حضرت عمر رضؓ کی مراد یہ تھی کہ میرے لئے شہادت مقدر ہے اور اسوقت ہے کہ سارے لوگ میرے فرمانبردار ہوں گے ؎ ؎

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ

اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں جو بالکل صاف

لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ

صاف ہیں تو یہ لوگ جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے یوں کہتے ہیں کہ اس کے

هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ

سوا کوئی دوسرا قرآن لائیے یا اسمیں کچھ ترمیم کر دیجئے۔ آپ یوں کہدیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں

اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۗئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ

ہوسکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کر دوں بس میں تو اسی کا اتباع

اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ

کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ سے پہنچا ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں

عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۱۵ قُلْ

تو میں ایک بڑے بھاری دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔ آپ یوں

لَّوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ

کہدیجئے کہ اگر خدا کو منظور ہوتا تو نہ میں تم کو وہ پڑھ کر سناتا اور نہ اللہ

اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ڮ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا

تم کو اس کی اطلاع دیتا کیونکہ اس سے پہلے بھی تو ایک بڑے حصۂ عمر تک تم

مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

میں رہ چکا ہوں، پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے

مشرکین قریش سے جو سرکش کافر تھے اور جو ہر بات سے انکار اور اعراض کرتے تھے ان کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ کی کتاب انھیں سناتے ہیں اور دلائل واضحہ پیش کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس قرآن کے سوا کوئی دوسرا قرآن لاؤ جو دوسرے ڈھنگ سے لکھا ہوا ہو۔ اب اللہ پاک اپنے نبی سے ارشاد فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ بھلا مجھے کیا حق ہے کہ میں اپنی طرف سے قرآن کو بدل دوں۔ میں تو صرف ایک بندہ مامور ہوں اور خدا کا پیام پہنچانیوالا ایک قاصد ہوں یہ جو کچھ میں نے تمہیں پیش کیا ہے یہ خدا ہی کی مشیت اور ارادہ سے ہوا ہے۔ میں تو وہی کہتا ہوں جو مجھ پر وحی اترتی ہے اگر میں خدا کی نافرمانی کروں تو مجھے عذاب قیامت کا سخت خوف ہے

اور اس بات کی دلیل کہ یہ میری طرف سے بنائی ہوئی باتیں نہیں ہیں یہ ہے کہ اگر میں بنا سکتا تو تم بھی بنا سکتے حالانکہ تم بھی اس کے بنانے سے عاجز ہو تو پھر میں کیسے عاجز نہ ہوتا ظاہر ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کا کلام نہیں ہوسکتا اور پھر یہ کہ تم میری صداقت اور امانت کو اس وقت سے جانتے ہو جب سے کہ میں تمہاری قوم میں پیدا ہوا ہوں اور اب بھی میری صداقت کو جانتے ہو جب کہ میں تمہاری طرف مبعوث ہو کر آیا ہوں۔ تم میری صداقت و ایمانداری پر کوئی حرف گیری نہیں کر سکتے ہو۔ اس لئے اللہ پاک نے فرمایا کہ کہہ دو کہ میں نے تو ایک لمبی زندگی تمہارے ساتھ گزاری ہے ارے کیا تم کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ حق اور باطل کو الگ الگ کر سکو۔ اسی لئے جب ہرقل شاہِ روم نے ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں سے نبی کے حالات دریافت کئے اور ابوسفیان سے پوچھا کہ کیا کبھی اس کا جھوٹ تم پر ثابت ہو چکا ہے تو ابوسفیان نے کہا نہیں۔ ابوسفیان تو اس زمانے میں کافروں کے سردار اور مشرکین کے قائد تھے۔ لیکن باوجود اس کے حق بات کا انھیں اعتراف کرنا پڑا۔ جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے تو ہرقل نے ان سے کہا کہ جس شخص نے کبھی انسانوں سے معاملہ میں جھوٹ نہ کہا ہو وہ خدا کے معاملہ میں کیسے جھوٹ کہے گا؟ اور جعفر بن ابی طالب نے نجاشی ملک روم سے کہا کہ اللہ نے ہمارے پاس ایک رسول بھیجا ہے جس کی ذاتی سچائی اور نسب کی خوبی اور امانت سے ہم خوب واقف ہیں اور نبوت سے پہلے آپ کا قیام ہمارے ساتھ چالیس[۴۰] برس تک رہا ہے۔ سعید بن المسیب رض ۴۳ برس تک کہتے ہیں اور صحیح تر قول اوّل ہے ؛؛

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ

سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا

كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ

اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلادے　　یقیناً

لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿١٧﴾

ایسے مجرموں کو اصلاً فلاح نہ ہوگی ⁂

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم اور سرکش کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر بہتان باندھتا ہے، خدا کے بارے میں جھوٹی باتیں بناتا ہے اور جھوٹ موٹ یہ دعویٰ کر بیٹھتا ہے کہ وہ خدا کا بھیجا ہوا ہے اس سے بڑھ کر کوئی مجرم اور گنہگار نہیں ہوسکتا یہ بات تو کسی غبی اور بدھو آدمی سے بھی ڈھکی چھپی نہیں تو دانشمندوں اور انبیا سے کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ جو نبوت کا دعویٰ کرے خواہ وہ جھوٹا ہو یا سچا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی نیکوکاری اور بدکاری پر دلائل قائم کر دیتا ہے جو اظہر من الشمس ہوتے ہیں۔ چنانچہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور مسیلمہ کذاب دونوں کو جس نے دیکھا ہے وہ دونوں کا فرق بالکل اس طرح پہچان سکتا ہے جیسے کوئی دن چڑھے کی روشنی اور آدھی رات کی تاریکی میں فرق کر لیتا ہے اب دونوں کی خصلتوں اور افعال اور کلام کا موازنہ کرو تو صاف طور پر بصیرت ہو جائے گی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل میں کس قدر صداقت ہے اور مسیلمہ کذاب اور سجاح اور اسود عنسی میں کس قدر کذب و بے ایمانی ہے ⁂ عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے تشریف لاتے تو لوگ آپ کے آنے پر بڑے خوش تھے۔ خوش ہونے والوں میں میں بھی تھا میں نے پہلی بار آپ کو دیکھا تو دل نے گواہی دی کہ حاشا وکلا یہ نورانی چہرہ تو کسی جھوٹے شخص کا ہو ہی نہیں سکتا۔ میں نے آپ کی زبان سے سب سے پہلے جو بات سنی وہ یہ کہ:۔

"اے لوگو! آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرو، اس کی فلاح کی خدا سے دعا مانگو، غریبوں اور بھوکوں کا پیٹ بھرو، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو، راتوں میں نماز پڑھو جب کہ سب لوگ سوتے ہوتے ہوں تم بلا کھٹکے جنت میں جا پہنچو گے"۔ ضمام ابن ثعلبۃ اپنی قوم بنی سعد بن بکر کی طرف سے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ سے کہا کہ اچھا بتایئے کہ یہ آسمان کس نے اس قدر بلند بنایا آپ نے فرمایا۔ اللہ نے پھر کہا یہ پہاڑ کس نے زمین کے اندر نصب کر دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ نے پھر پوچھا یہ زمین کس نے بچھا دی ہے؟ فرمایا، اللہ نے پھر کہا کہ قسم ہے تمہیں اسی کی جس نے یہ اونچا آسمان بنایا یہ بڑے بڑے پہاڑ زمین میں گاڑے اور اتنی بڑی وسیع زمین کو پھیلا رکھا ہے کیا اسی نے تم کو سب انسانوں کی طرف رسول قرار دے کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا" ہاں اسی خدا کی قسم کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے پھر آپ سے صلوٰۃ زکوٰۃ حج، اور صیام کے بارے میں ہر ایک سے متعلق قسم دے دیکر پوچھا اور آپ اسی خدا کی قسمیں کھا کھا کر جواب دے رہے تھے تو اس نے کہا، پھر تو تم سچے ہو اور جس ذات خدا وہی نے تمہیں سچا نبی بنا کر بھیجا ہے کہ میں ان ارکان اربعہ پر نہ زیادہ کروں گا نہ کم صحیح طور پر عمل کروں گا۔ چنانچہ اس قدر تعمیل اس کے لئے کافی ہوگی اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایمان لے آیا کیونکہ اس نے شواہد اور دلائل پا لئے تھے۔ حسان بن ثابت کہتے ہیں ؎

لو لم تکن فیہ آیات مبینۃ

کانت بدیھتہ تاتیک بالخیر

یعنی دلائل اگر آپ کے پاس نہ بھی ہوتے تو آپ کے چہرہ کی پاکیزگی سادگی اور معصومیت خود آپ کی صداقت وحقانیت کی دلیل تھی لیکن مسیلمہ کو صاحبان بصیرت میں سے جس کسی نے دیکھا وہ اس کے رکیک اقوال، رذیلانہ گفتگو، غیر فصیح کلام اور افعالِ قبیحہ اور اس کے جھوٹے اور ادعائی قرآن کو دیکھ کر جو اس کو دوزخ میں لے جاکر چھوڑے گا یہ نتیجہ نکال لے گا کہ وہ کیسا جھوٹا مدعی نبوت تھا اور اللہ تعالیٰ کے اس قول اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ الی آخرہ۔ اور مسیلمہ کے قول یا ضفدع بنت ضفدعین نقی کم تنقین۔ لا الماء تکدرین و لا الشارب تمنعین اے مینڈکوں کی اولاد مینڈک ٹرا کتنا ٹراتی ہے، تیرے ٹرانے سے نہ پانی گدلا ہوگا نہ پینے والے باز رہیں گے، اور ایک اس ظالم کی

وحی ہے کہ: لقد انعم الله على الحبلى. اذ اخرج منها نسمة تسعى من بين صفاق وحشى. اللہ نے بڑا ہی احسان کیا ہے، حاملہ عورت پر کہ ایک زندہ روح کو اس کی جھلی اور آنتوں کے اندر سے نکال باہر کیا اور الفیل وما الفیل وما ادراك ما الفیل له ذنب قصیر وخرطوم طویل ہاتھی ہاتھی یعنی کیا. کیا تم سمجھے کہ ہاتھی کیسا ہوتا ہے اس کی دم چھوٹی ہوتی ہے اور سونڈھ لمبی ہوتی ہے۔ اور والعاجنات عجنا والخابزات خبزا واللاقمات لقما اهالة وسمنا ان قريشا قوم يعتدون قسم ہے آٹا گوندھنے والیوں کی، روٹی پکانے والیوں کی سالن اور گھی میں لقمے چور چور کر کھانے والیوں کی کہ قریش بڑی ہی ظالم قوم ہے۔ اب حضرتؐ کی پاک وحی اور اس کاذب کی خرافات وہذیانات دونوں پر غور کرو کہ بچے بھی اس کے کلام کا مذاق اڑائیں گے۔ اسی لئے اللہ نے اسے ذلیل کر دیا اور یوم حدیقہ میں اس کو ہلاک کر دیا۔ اس کی جماعت پراگندہ ہوگئی اس کے ساتھیوں پر لعنت برسی۔ حضرت صدیق رضؓ کے پاس اس کے لوگ توبہ کرتے ہوئے آتے اور دین اللہ میں داخل ہونے لگے تو خلیفہ رسول صدیق اکبرؓ نے ان سے کہا کہ مسیلمہ کا کوئی قرآن تو سناؤ، تو انھوں نے معافی مانگی حضرت صدیق رضؓ نے اصرار کیا اور کہا ضرور سنانا ہوگا تاکہ اور لوگ بھی سنیں اور انھیں ہدایت وعلم والی جو وحی پہنچی ہے اس کی افضلیت واہمیت کو بعد از موازنہ پہچان سکیں چنانچہ ہم نے جو کچھ نقل کیا ہے، وہ سنایا۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کمبختو! تمہاری عقلیں کدھر گئی تھیں خدا کی قسم یہ تو کسی بیوقوف کی زبان سے بھی نہ نکلے گا۔ کہتے ہیں کہ عمرو بن العاص مسیلمہ کے پاس آتے زمانہ جاہلیت میں وہ اس کے دوست تھے اب تک عمرو بن العاص اسلام لاتے ہوئے نہیں تھے تو ان سے مسیلمہ نے کہا کہ اے عمر! تمہارے آدمی پر (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آج کل کیا وحی اتری ہے تو ابن العاص نے کہا کہ میں نے ان کے اصحاب کو ایک بڑی زبردست سورت لیکن نہایت مختصر پڑھتے سنا ہے، پوچھا وہ کیا؟ عمرو نے کہا: والعصر ان الانسان لفی خسر الخ مسیلمہ نے تھوڑی دیر سوچا اور کہنے لگا مجھ پر بھی ایک ایسی ہی وحی اتری ہے۔ عمروؓ نے پوچھا وہ کیا ہے تو کہا: یا وبر، یا وبر انما انت اذنان وصدر وسائرك حفر نقر. اے وبر (جانور)، تیرے تو دو کان اور ابھرا ہوا سینہ ہی نمایاں دکھائی دیتے ہیں باقی تمام جسم تو ہیچ پوچ ہے۔ پھر کہنے لگا کیوں عمروؓ وحی کیسی رہی؟ تو عمرو ابن العاص نے کہا خدا کی قسم تم آپ جانتے ہو کہ مجھے تمہاری وحی کے کذب کا یقین ہے جب ایک مشرک کا یہ حال ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور مسیلمہ کا کذب اس پر بھی مخفی نہیں، تو صاحبان بصیرت پر یہ بات کب پوشیدہ رہ سکتی ہے اسی لئے اللہ پاک فرماتا ہے: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ الخ اس سے بڑھکر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ پر وحی اترتی ہے حالانکہ اس پر وحی نہیں اترتی ہے یا یہ کہتا ہے کہ پیغمبر کی طرح میں بھی پیغمبر ہوں اور ایسا ہی وہ شخص بھی بڑا جھوٹا ہے جو پیغمبروں کی پیش کی ہوئی وحی کو جھٹلاوے جس پر کہ خدا کی دلیلیں قائم ہو چکی ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ وہ بڑا ہی کمبخت اور ظالم ہے جس نے نبی کو قتل کیا یا کسی نبی نے اس کو قتل کر دیا ہو ۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ

اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں

وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا

اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں

عِنْدَ اللّٰهِ ۗ قُلْ أَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ

آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم خدا کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو خدا تعالیٰ کو معلوم

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحٰنَهٗ

نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ وہ پاک اور برتر

وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۱۸) وَمَا كَانَ النَّاسُ

ہے۔ ان لوگوں کے شرک سے۔ اور تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے

إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ

تھے پھر انھوں نے اختلاف پیدا کرلیا۔ اور اگر ایک بات نہ ہوتی

سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ

جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے تو جس چیز میں یہ لوگ

فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۹﴾

اختلاف کر رہے ہیں انکا قطعی فیصلہ ہو چکا ہوتا ❊ ❊

کافر ذلیل رہیں گے ❊ ❊ ❊

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ

اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوا

فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوا إِنِّي

سو آپ فرما دیجئے کہ غیب کی خبر صرف خدا کو ہے سو تم بھی منتظر رہو میں بھی تمھارے

مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ ﴿۲۰﴾

ساتھ منتظر ہوں ❊ ❊

اللہ تعالیٰ سرزنش کرتا ہے ان مشرکوں کو جو خدا کو چھوڑ کر ان جھوٹے معبودوں کی پرستش کرتا ہے جو نہ خدا کے پاس سفارش کرسکتے ہیں (جیسا کہ ان مشرکین کا خیال ہے)، نہ مضرت پہنچا سکتے ہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ کسی چیز کے مالک ہیں اور نہ وہ جو چاہتے ہیں کرسکتے ہیں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ یعنی کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو چیز نہ آسمانوں میں ہے نہ زمین میں ہے۔ پھر شرک اور کفر سے اپنی ذات کریمہ کو منزہ فرماتے ہوئے سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ شرک لوگوں میں پیدا ہوگیا۔ اس کا وجود نہیں تھا پھر ہوگیا۔ سب لوگ دین واحد پر تھے اور وہ ابتدا ہی سے اسلام تھا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ آدم اور نوح کے درمیان دس قرن گزرے یہ سب لوگ آدم کے سچے دین پر تھے پھر لوگوں میں اختلاف ہوگیا اور اصنام اور اوثان کی لوگ عبادت کرنے لگے۔ تو اللہ نے اپنے رسول دلائل و براہین کے ساتھ بھیجے۔ جس نے خدا کی دلیل کو چھوڑ دیا وہ ہلاک ہوگیا اور جس نے دلیل کو لے لیا وہ سلامت بچ گیا۔ وقولہ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب نہیں دیتا جب تک کہ پیغمبروں کو بھیج کر اس پر دلیل و حجت نہ قائم کر دے اللہ تعالیٰ تو مخلوق کو ایک وقت مقررہ تک زندہ رکھتا ہے پھر مار دیتا ہے اور جس بارے میں وہ آپس میں اختلافات رکھتے تھے قیامت کے روز اس کا فیصلہ کر دے گا۔ مومنین کامیاب رہیں گے اور

یہ جھوٹے کافر کہتے ہیں کہ محمد کو بھی دلیل نبوت ایسی کیوں نہ ملی جیسے ثمود کو ناقہ ملی یا یہ کہ کوہ صفا سونا کیوں نہیں بن گیا، یا مکے کے پہاڑ مکے سے ہٹ کر اس کی جگہ باغ اور نہریں کیوں نہ بن گئیں جب خدا قادر ہے تو ایسا ہونا چاہئے تھا۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ خدا اپنے افعال میں بڑا ہی قادر ہے اور حکیم ہے جیسا کہ فرمایا: تَبَارَكَ الَّذِي إِن شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّن ذَٰلِكَ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ الخ باری تعالیٰ کی ذات مبارک اگر چاہے تو تمھارے لئے اس سے بھی اچھے باغات پیدا کر دے جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں اور اس کے اندر محل ہوں لیکن انھوں نے تو قیامت کا انکار کر دیا ہے اور قیامت کا انکار کر دینے والے کے لئے تو ہم نے دوزخ کی آگ بھڑکا رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مخلوق کے بارے میں میرا اصول یہ ہے کہ وہ جو معجزہ مانگتے ہیں میں دیتا ہوں، اب وہ معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئے تو بہتر ورنہ جلد تر ان پر عذاب نازل کر دیتا ہوں پھر قیامت تک کی مہلت نہیں دیتا۔ اسی لئے جب اللہ پاک نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا کہ ان دو باتوں میں سے ایک اختیار کرلو کہ میں ان کے حسب الطلب معجزہ دوں، وہ ایمان لاتے تھے ورنہ عذاب فوری دیدیئے جائیں گے۔ اور دوسری بات یہ کہ میں انھیں مرتے دم تک مہلت دوں کہ اصلاح پذیر ہوجائیں۔ تو حضرت نے اُمت کے بارے میں دوسری بات کو اختیار فرمایا جیسا کہ بیسیوں بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم ان کافروں کے ساتھ ثابت ہوچکا ہے اللہ پاک نبی صلعم سے فرماتا ہے کہ یہ کہہ دو

کہ ہر چیز خدا کے اختیار میں ہے امور کے عواقب اور نتائج کو وہی
جانتا ہے اگر تم اپنی آنکھوں سے دیکھے بغیر ایمان نہیں لانا چاہتے ہو
تو میرے اور اپنے بارے میں خدا کے حکم کا انتظار کرو حالانکہ انہوں
نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ایسے معجزات بھی دیکھے جو انکے
مطلوبہ معجزات سے کہیں بڑھے چڑھے تھے یعنی حضرتؐ نے اُن کی
آنکھوں کے سامنے چودھویں کے چاند کو انگلی سے اشارہ کر دیا
اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک پہاڑ کے اس طرف اور ایک
اس طرف ہو گیا۔ یہ تو زمین پر سرزد ہونے والے معجزات سے بھی
بڑا معجزہ تھا اور مسئول اور غیر مسئول ہر نشانی سے افضل تھا اب
بھی اگر خدا کے علم میں ہوتا کہ یہ کوئی بھی معجزہ طلب رشد وہدایت
کے جذبہ کے تحت طلب کر رہے ہیں تو خدا ضرور طلب کر لیتا
لیکن وہ عناد وتعنت کے طور پر طلب کر رہے تھے، اس لئے
اُن کی درخواست رد کر دی گئی بھی خدا کو علم تھا کہ اب بھی وہ
ایمان نہ لائیں گے جیسا کہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَةُ
رَبِّكَ الخ ان پر خدا کی دلیل متحقق ہو چکی ہے خواہ کیسی ہی نشانی
کیوں نہ پیش کی جائے وہ ایمان نہ لائیں گے و قولہ تعالیٰ وَلَوْ اَنَّنَا
نَزَّلْنَا اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى الخ اگر ہم ان کے پاس
فرشتے بھی لا کھڑے کر دیں اور مردے بھی اُن سے بات کرنے
لگیں اور ہر چیز ان کے پاس جمع کر دی جائے ہر معجزہ بتا دیا جائے
تو یہ کبھی ایمان نہ لائیں گے کیونکہ ان کا مقصد صرف مکابرہ کرنا
اور ضد کرنا ہے جیسے کہ فرمایا: وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ
اور وَاِنْ یَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ الخ اور وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ قِرْطَاسًا
الخ اگر ہم اُن پر آسمانوں کا دروازہ بھی کھول دیں اور وہ آسمان
کا ایک ٹکڑا گرتا ہوا بھی دیکھ لیں اور ان پر کوئی ایسی کتاب آسمانی
بھی نازل کی جاتے جو کاغذوں کا دفتر ہو جس کو وہ اپنے ہاتھوں
سے بھی چھو سکتے ہوں پھر بھی یہ کافر یہی کہیں گے کہ ارے یہ تو کھلا
جادو ہے۔ پھر اُن کے مطالبات قبول کرنے سے حاصل ہی کیا اس
لئے کہ اُن کے مطالبات تو بربنائے عناد وتعنت ہیں اسی لئے
فرمایا کہ میں انتظار کرتا ہوں تم بھی انتظار کرو ٭ ٭ ٭

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ
اور جب ہم لوگوں کو بعد اس کے کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ
مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِیْٓ اٰیَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ
چکھا دیتے ہیں تو فوراً ہی ہماری آیتوں کے بارے میں شرارت کرنے لگتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ
اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا یَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾
اس شرارت کی سزا بہت جلد دیگا بالیقین ہمارے فرشتے تمہاری سب شرارتوں کو لکھ رہے ہیں
هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ حَتّٰٓی اِذَا
وہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لئے لئے پھرتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں
كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ
ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں
وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّ
اور وہ لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں ان پر ایک جھونکا ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف
جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا
سے ان پر موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ (برے)
اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ
آگھرے سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں
الدِّیْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ
اگر آپ ہم کو اس سے بچالیں تو ہم ضرور حق
مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ
شناس بن جاویں۔ پھر جب اللہ نے اُن کو بچا لیا تو فوراً ہی
یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ
زمین میں ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! یہ تمہاری
اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ
سرکشی تمہارے لئے وبال ہونے والی ہے دنیوی زندگی میں حظ
الدُّنْیَا ۫ ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ
اٹھا رہے ہو پھر ہمارے پاس تم کو آنا ہے پھر ہم سب تمہارا کیا ہوا

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

تم کو جتلا دیں گے ٭

باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ مصیبتوں کا مزہ چکھنے کے بعد جب انسان کو ہماری رحمتوں سے سابقہ پڑتا ہے جیسے مفلسی کے بعد خوشحالی قحط کے بعد کاشت میں بہترین پیداوار اور بارش وغیرہ، تو وہ تمسخر اور تکذیب کے درپے ہو جاتے ہیں اور جب انسان کو مصیبتیں آ گھیرتی ہیں تو وہ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے دعاؤں کی بھرمار شروع کر دیتا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کی نماز پڑھائی وہ برسات کی رات تھی، پھر آپ فرمانے لگے۔ کیا تم جانتے ہو کہ آج کی رات خدا تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا خدا اور خدا کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ تو فرمایا کہ خدا ارشاد فرماتا ہے کہ آج میرے مومن بندے بھی صبح اٹھے اور کافر بندے بھی، لیکن جس نے یہ کہا کہ یہ بارش خدا کے فضل اور رحمت کے سبب ہے تو وہ مجھ پر ایمان لایا ہوا ہے اور ستاروں کے اثرات کا منکر ہے اور جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ بارش بچھڑوں کے سبب ہوتی ہے تو وہ مجھ سے تو کفر کر رہا ہے اور بچھڑوں پر ایمان لا رہا ہے۔ کہہ دو اے پیغمبرؐ میری حکمتِ عملی بڑی کارگر ہوتی ہے ایسے مجرم گمان کرتے ہیں کہ ہم کو کوئی عذاب کفر کی بنا پر نہیں دیا گیا لیکن درحقیقت ان کے ساتھ ڈھیل روا رکھی گئی ہے اور جب وہ اپنی انتہائی غفلت میں ہو جائیں گے تو ایک دم سے دھر لئے جائیں گے۔ ہمارے فرشتے اُن کے اعمال لکھ رہے ہیں۔ پھر وہ عالم الغیب کے پاس پیش کر دیئے جاتے ہیں پھر وہ ہر بڑے اور چھوٹے گناہ کی سزا پاتے ہیں پھر ارشاد ہوتا ہے کہ بحر اور بحری سفر کے لئے اُس نے تمہارے لئے آسانیاں پیدا کر دی ہیں اور پانی کے اندر بھی اس نے تمھیں اپنی پناہ اور حفاظت میں لے لیا اور جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو۔ ہوائیں ان کشتیوں کو چلانے لگتی ہیں تو ان کی نرم رفتاری یا سرعتِ سیر پر خوش ہوتے ہیں عین خوشی کے عالم میں ان کشتیوں کو تیز و تند آندھی آ گھیرتی ہے اور ہر طرف سے موجیں لپٹ پڑتی ہیں تو تمہیں یقین ہو جاتا ہے کہ اب تو ہلاک ہو گئے اب زار زار دعائیں مانگنے لگتے ہیں۔ اسوقت تم کو نہ کوئی صنم یاد آتا ہے نہ کوئی اور بُت الات وہبل۔ بلکہ ہمیں کو مخاطب کرتے ہو۔ پس سمندر کے اندر جب خدا تم کو صحیح سلامت کنارے پر پہنچا دیتا ہے تو پھر ہم سے رُوگرداں ہو جاتے ہو۔ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے یہاں کہا گیا کہ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا الخ یعنی بڑے مخلص ہو کر پکارنے لگتے ہیں کہ اگر تو ہم کو اس مصیبت سے نجات دیدے تو ہم بڑے شکر گزار بن جائیں گے اور جب وہ اُن کو نجات دیدیتا ہے تو ملک میں وہ ناحق شرارت کرنے لگتے ہیں گویا کبھی اُن پر مصیبت آئی ہی نہ تھی پھر ارشاد ہوتا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ۔ وغیرہ۔ اے لوگو! تمہاری بغاوت کا وبال تمہیں پر پڑے گا خوب یاد رکھو کہ کسی اور کو اُس کا ضرر نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ بغاوت از خدا اور قطع صلۂ رحمی یہ دو ایسے گناہ ہیں کہ آخرت میں تو عذاب ہوگا ہی، لیکن دنیا میں بھی جلد تر اس کی سزا مل جاتی ہے۔ اس دنیائے ناپائیدار کی زندگی میں تمہارے لئے چند روزہ متاع ہے پھر تمہاری بازگشت ہماری طرف ہے اور جب ہماری طرف لوٹ آؤ گے تو ہم تمہارے سب اعمال تم کو سمجھا دیں گے اور اس کی پوری پوری جزا دیں گے جس کو اچھی جزا ملی ہو تو وہ خدا کا شکر ادا کرے اور جس کو سزا ملی ہو وہ اپنے نفس پر ملامت کرے ٭ ٭ ٭

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ

بس دنیوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا

السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ

پھر اس سے زمین کی نباتات جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں

النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَخَذَتِ

خوب گنجان ہو کر نکلے۔ یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی رونق کا

الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ

پورا حصہ لے چکی اور اس کی خوب زیبائش ہو گئی اور اس کے مالکوں نے

أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا

سمجھ لیا کہ اب ہم اس پر بالکل قابض ہو چکے تو دن میں یا رات میں ایسے ہماری

أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ

طرف سے کوئی حادثہ آپڑا سو ہم نے اس کو ایسا صاف کر دیا کہ گویا کل وہ

بِالْأَمْسِ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ

موجود ہی نہ تھی۔ ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں

يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ

کے لئے جو سوچتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ دار البقاء کی طرف تم کو بلاتا ہے

وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢٥﴾

اور جس کو چاہتا ہے راہِ راست پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔

دنیا کی ظاہری زینت سرسبزی و شادابی، پھر اس کے جلدی ہی زوال پذیر ہو جانے کی مثال اللہ پاک روئیدگیوں سے دے رہا ہے جن کو آسمان سے پانی برسا کر اللہ نے زمین سے نکالا جن کو انسان کھاتے ہیں، جیسے اناج غلہ مختلف انواع و اصناف کے پھل پھلاری جو نہ صرف انسان کی غذا بلکہ مویشی بھی اُن کے ڈنٹھل اور ٹھنڈ کھاتے ہیں اور جب زمین کی یہ زینتِ فانیہ بہار پر ہوتی ہے اور مختلف اشکال و الوان کی سبزیاں کمال سرسبزی پر آتی ہیں تو زمیندار و کاشتکار گمان کرتے ہیں کہ اب کھیت کاٹ لیں گے۔ میوہ اتار لیں گے کہ یکایک بجلی یا آندھی ایسی آپڑتی ہے کہ درختوں کے سارے پتے سوکھ جاتے ہیں جل جاتے ہیں پھل پھول تلف ہو جاتے ہیں اور اس سرسبزی و شادابی کے بعد وہ ایک سوکھا سا ڈھیر بن جاتے ہیں گویا کہ کبھی یہ سرسبز تھے ہی نہیں اور نہ کبھی یہ نعمت زمیندار کو دی ہی نہیں گئی تھی۔ اسی لئے حدیث میں ہے کہ اہل دنیا کو نعمتیں دی جاتی ہیں پھر اُسے آگ میں جھونکا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ کبھی تم کو راحت ملی بھی تھی تو وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہیں۔ ایک اور شخص ہوتا ہے جو دنیا میں بڑی بڑی تکلیفیں اٹھایا ہوا ہوتا ہے۔ پھر وہ جنت میں بھیجا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ کبھی تمہیں کسی قسم کی تکلیف پہنچی تھی؟ تو کہتا ہے کہ کبھی نہیں اللہ

پاک ان ہلاک ہونے والوں کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ایسے ویران ہو گئے گویا کبھی بسے ہی نہیں تھے پھر ارشاد ہوتا ہے كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ۔ یعنی ہم اسی طرح بات کو کھول کھول کر دلائل و حجت کے ساتھ پیش کرتے ہیں تاکہ لوگ اس بات کی عبرت حاصل کریں کہ دنیا بڑی تیزی سے زوال پذیر ہے دنیا پر قادر ہونے کے باوجود وہ اُن کے ساتھ دغا کرتی ہے جو اس کی طرف بڑھتا ہے اس سے بھاگتی ہے اور جو اس سے بھاگتا ہے اس کے پیروں پر آگرتی ہے اللہ پاک نے دنیا کی مثال نباتاتِ ارضی سے سورۂ کہف کی دوسری آیتوں میں بھی دی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ الخ حیاتِ دنیوی کی مثال بارانِ نازل شدہ کے مانند ہے جو نباتات سے پہلے تو آملا سرسبز ہو چکنے کے بعد پھر ایک وقت ایسا آیا کہ وہ نباتات سوکھا سا گھاس بن کر رہ گئے جس کو ہوائیں اِدھر اُدھر اڑاتی ہیں۔ اللہ تو ہر شے پر قادر ہے۔ سورۂ زمر اور حدید میں ایسا ہی بیان کیا گیا ہے خلیفہ مروان ابن حکم منبر پر یہ پڑھتے ہوئے دیکھے گئے کہ زمین جب شاداب ہو گئی اور کاشتکار سمجھے کہ اب فصل کاٹ لیں گے لیکن ساری کھیتی برباد ہو جاتی ہے اور یہ ساری ہلاکت اُن کے گناہوں اور بغاوت کے سبب ہوتی ہے:۔ اور قولہ تعالیٰ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ جب اللہ پاک دنیا کی سرعتِ زوال اور جنت کی ترغیب کا ذکر کر چکا تو اب جنت کی طرف بلاتا ہے اور جنت کو دار السلام کہتا ہے یعنی وہ ہر آفت و نقصان و نکبت سے پناہ کی جگہ ہے حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھ سے کہا گیا کہ تمہاری آنکھیں تو بظاہر سوتی رہیں لیکن دل تمہارا جاگتا رہے اور کان تمہارے سنتے رہیں چنانچہ میری آنکھیں تو سچ مچ سو گئیں لیکن دل بیدار تھا کان کھلے تھے۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ ایک دولت مند نے ایک گھر بنایا، لوگوں کی دعوت کی، بلاوے بھیجے تو جس نے دعوت قبول کی وہ تو آیا جی بھر کے کھایا، بلانے والا بھی خوش ہوا اور جس نے دعوت قبول نہ کی، نہ وہ آیا نہ کچھ کھا سکا اور نہ دعوت دینے والا خوش ہوا۔ اللہ ہی وہ داعی ہے اور وہ گھر اسلام ہے اور

دسترخوان جنت ہے اور پیامبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ÷÷
جابر بن عبداللہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے سوتے میں دیکھا کہ جبریل عہ میرے سر کے پاس ہیں اور میکائیل میرے پاؤں کے پاس، اور ایک اپنے دوسرے ساتھی سے کہہ رہا ہے کہ اس سونے والے پر کوئی مثال منطبق کرو تو دوسرے نے کہا کہ اے سونے والے تیرے کان سنتے ہیں تیرا دل جاگتا ہے تیری اور تیری امت کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ نے کوئی گھر بنایا ہو اور اس میں بڑا سا کمرہ اور اس میں خوان چن دیا گیا ہو پھر قاصد کو بھیج کر لوگوں کو کھانے کے لئے بلایا گیا۔ کوئی آیا اور کوئی نہیں آیا چنانچہ وہ بادشاہ تو اللہ ہے اور گھر اسلام ہے اور کمرہ جنت ہے اور تم یا محمد وہ قاصد ہو جو آیا تھا وہ داخل اسلام ہوا تھا اور جو داخل اسلام ہوا وہ داخلِ جنت ہوا۔ اور داخلِ جنت شخص دعوت سے فیضیاب رہا۔ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جب سورج نکلتا ہے تو اس کی دونوں طرف فرشتے ہوتے ہیں اور آواز دیتے ہیں جن و انس کے سوا سب اس کو سنتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اے لوگو! خدا کی طرف آؤ۔ کم ملے اور کافی ہو جائے تو وہ اچھا ہے اس زیادہ سے جو خدا سے غافل کر دے ÷ ÷ ÷

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا

جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطے خوبی ہے اور مزید بر آں بھی اور ان کے

يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ

چہروں پر نہ کدورت چھاوے گی اور نہ ذلت۔ یہ لوگ

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (۲۶)

جنت میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ جس نے نیک عمل کئے اسکو آخرت میں جنت ملے گی کیونکہ نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے بلکہ کچھ اور زیادہ بھی ہو یعنی کم سے کم دس گونہ حتیٰ کہ سات سو گونہ تک۔ بلکہ اس سے بھی کچھ اور بڑھ کر۔ جو اللہ کے دیگر عطیات پر مشتمل ہے جیسے جنت میں حور قصور اور خدا کی خوشنودی اور ایسا ایسا سرور قلب جو اس سے اب تک مخفی ہی ہے۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر یہ خدائے برتر کے روئے پاک کا دیدار یہ سارے لطف و کرم سے بڑھ کر کرم ہوگا کہ وہ اپنے عمل کے سبب اس کے مستحق نہیں ہوں گے بلکہ محض اسکے فضل و رحمت کی بنا پر۔ صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے یہ آیت زِيَادَةٌ والی تلاوت فرمائی کہ جب جنتی اور دوزخی اپنے اپنے ٹھکانے میں چلے جائیں گے تو ایک منادی پکاریگا کہ اہل جنت تم سے خدا کا وعدہ ہے وہ پورا کرنا چاہتا ہے تو وہ کہیں گے، اب اور کونسا وعدہ؟ ترازو میں ہمارے وزن ثقیل بنے، ہمارے چہرے روشن کر دیئے گئے، ہمیں دوزخ سے نجات بخشی گئی، تو یکایک ان پر سے پردہ اٹھا دیا جائے گا اور ان کی نظر خدا پر پڑ جائے گی۔ خدا کی قسم اس سے بڑھ کر اور کوئی عطا جنتیوں کے لئے نہ ہوگی یہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی تسکین کے لئے سب سے بڑی چیز ہوگی۔ غرض مختلف حدیثوں میں ہے کہ زِيَادَةٌ سے مراد رویتِ باری تعالیٰ ہے ÷ اللہ پاک فرماتا ہے کہ لَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ یعنی عرصہ حشر میں ان کے چہرے بے رونق نہ رہیں گے نہ پھٹکار ہوگی نہ سیاہی جیسا کہ کافروں کے چہرے سیاہ غبار آلود ہوں گے، پھٹکار برستی ہوگی اور نہ جنتیوں کو ظاہراً و باطناً کسی قسم کی ذلت نصیب ہوگی۔ بلکہ اللہ تعہ نے ان کے حق میں فرمایا ہے فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ الخ یعنی اللہ تعالیٰ انکو اس دن کے شر سے بچائے گا اور ان کے چہرے سرخرو اور ان کے دل مسرور رہیں گے اللہ پاک اپنے فضل و رحمت سے ہمیں ایسے ہی لوگوں میں سے اٹھائے آمین ÷ ÷

وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ

اور جن لوگوں نے بدکام کئے ان کی بدی کی سزا اس کے برابر

بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ مَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ

ملے گی۔ اور ان کو ذلت چھا لے گی ان کو اللہ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔

مِنْ عَاصِمٍ كَأَنَّمَآ أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ

گویا ان کے چہرے پر اندھیری رات کے پرت کے پرت لپیٹ

قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ

دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں وہ

النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿٢٧﴾

اس میں ہمیشہ رہیں گے ٭٭٭

جب اللہ تعالیٰ نے ان نیک بختوں سے متعلق خبر دی کہ ان کی نیکیوں کی جزا دگنی چوگنی ہوتی چلی جائے گی تو اب بدبخت گنہگاروں اور مشرکوں کا حال بیان فرماتا ہے کہ ان کے ساتھ عدل کیا جائیگا کہ اُنکے گناہوں کی سزا دگنی چوگنی نہیں ہوگی بلکہ برابر برابر ہوگی ان پر انکے گناہوں کی ذلت چھائی ہوئی رہے گی۔ فرماتا ہے کہ جب وہ پیش ہوں گے تو تم اُن کو شرمندہ اور ذلیل دیکھو گے۔ اور یہ نہ سمجھنا کہ خدا ان ظالموں کے اعمال سے غافل ہے۔ قیامت کے دن تک کے لئے ان کے عذاب میں تاخیر کر دی گئی ہے۔ ان کو اللہ سے بچانے اور سفارش کرنے والا کوئی نہیں۔ اُس دن انسان کہے گا کہ بھاگ ہی کہاں سکتے ہیں۔ وہ ہرگز نہیں چھوڑے جائیں گے خدا کے سامنے انھیں آنا ہی پڑے گا ان کے چہرے اس قدر کالے رہیں گے گویا تاریک رات کی چادر اُن کے چہروں پر چڑھا دی گئی ہے اس دن بعض چہرے نورروشن ہوں گے اور بعض سیاہ اور جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا۔ ارے کیا ایمان لا چکنے کے بعد بھی تم نے کفر کیا تھا۔ لو اب اپنے کفر کا مزہ چکھو۔ اور جن کے چہرے رُوشن رہیں گے وہ خدا کی رحمت میں رہیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بعض کے چہرے روشن اور ہنستے ہوئے خوش خوش ہونگے اور بعض کے چہروں پر اداسی اور تاریکی رہے گی ٭٭٭

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ

اور وہ دن بھی قابل ذکر ہو جس روز ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر مشرکین سے کہیں گے کہ

أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ

تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھہرو پھر ہم ان کی آپس میں

فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ إِيَّانَا

پھوٹ ڈالیں گے اور ان کے وہ شرکاء کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں

تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا

کرتے تھے۔ سو ہمارے تمہارے درمیان خدا کافی گواہ

وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِينَ ﴿٢٩﴾

ہے کہ ہم کو تمہاری عبادت کی خبر بھی نہ تھی۔

هُنَالِكَ تَبْلُوا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ أَسْلَفَتْ

اس مقام پر ہر شخص اپنے اگلے کئے ہوئے کاموں کا امتحان کرے گا

وَرُدُّوٓا إِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ

اور یہ لوگ اللہ کی طرف جو انکا مالک حقیقی ہے لوٹائے جائیں گے اور جو

١٠/٨ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٣٠﴾ ع

کچھ معبود تراش رکھے تھے سب ان سے غائب ہو جائیں گے ٭

قول باری تعالیٰ ہے کہ جن وانس نیک و بد سب ہی کو ہم قیامت کے روز لا حاضر کریں گے کوئی بھی نہیں چھوڑا جائے گا اور مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمھارے شرکاء اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور مومنین سے الگ تھلگ رہو جس روز قیامت کا دن ہوگا یہ دونوں قسم کے لوگ الگ الگ رہیں گے۔ یہ اس وقت ہوگا جبکہ تبارک و تعالیٰ فصلِ مقدمات کا ارادہ فرمائے گا اور اسی لئے کہا گیا کہ مومنین اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے کہ جلد تر فصل مقدمات فرمائے اور ہمیں اس انتظار کی گھڑی سے نجات بخشے حضرتؓ نے فرمایا کہ قیامت کے روز ہم لوگ دوسرے سب لوگوں سے اونچی جگہ پر ہوں گے۔ اللہ فرمائے گا کہ اے مشرکو! تم اور تمھارے شرکاء جن کی تم عبادت کرنے لگے تھے سب اپنی اپنی جگہ الگ الگ رہو۔ ان متعدمین شرکاء نے اس بات سے انکار کر دیا کہ وہ اُن سے اپنی عبادت لیتے تھے۔ اللہ فرماتا ہے کہ جن

بزرگوں کی یہ پیروی کرتے تھے اور اسی بنا پر انھیں شریک خدا سمجھ کر شرکاء بنالیا تھا اب یہی شرکاء ان سے بیزاری ظاہر کرینگے قولہ تعالیٰ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہوگا جو ایسے شرکاء کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے اور اس کی دعا کو سُن ہی نہیں سکتے اور جب لوگ قیامت میں اٹھائے جائیں گے تو وہ خود اپنی پرستش کرنے والوں کے دشمن ہونگے اور کہیں گے کہ ہمیں تو اُن کی پرستش کا کوئی علم نہیں، تم ہماری عبادت کرتے ہو گے لیکن ہم جانتے تک نہیں اور اس کا گواہ خدا ہے ہم نے تو تمہیں کبھی کہا ہی نہیں تھا کہ ہماری پرستش کرو۔ اس طرح مشرکین کا منھ بند کر دیا گیا ہے کہ جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ کسی کام آسکتے ہیں انھیں تم نے کیوں پوجا تھا۔ ان کی نہ تو یہ مرضی تھی نہ ارادہ تھا تم نے حی اور قیوم بصیر اور سمیع کی عبادت چھوڑ دی جو ہر بات کا عالم اور قادر ہے جس نے اپنے رسول اور اپنی کتابیں صرف اس غرض سے بھیجی ہیں کہ محض اسی کی پرستش کی جائے جیسے کہ فرمایا کہ ہر قوم کے اندر ہمارا رسول ہماری عبادت کی ترغیب دینے اور باطل کی پرستش چھڑانے آیا ہے۔ اب جس نے ہدایت پالی سو پالی اور جو گمراہ ہو گیا سو ہو گیا۔ تم سے پہلے بھی ہم نے جتنے رسول بھیجے سب کی طرف یہی وحی تھی کہ خدا صرف میں ہوں، صرف میری ہی عبادت کرائی جائے چنانچہ ہم اپنے رسولوں سے پوچھیں گے کہ کیا تم نے ہمارے سوا کسی اور کی پرستش کرنے کا حکم دیا تھا مشرکوں کی بہت سی قسمیں ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اُن کا ذکر کیا ہے اور اُن کے اقوال و احوال بیان کر کے اُن کی تردید کی ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز موقف حساب میں ہر شخص کی آزمائش ہوگی اور اچھا بُرا جو بھی عمل کیا ہے سامنے لایا جائے گا، اس روز سارے بھید ظاہر ہو جائیں گے اور انسان کو اپنے اگلے پچھلے سارے گناہ ظاہر کر دینے پڑیں گے قیامت کے روز ان کا اعمال نامہ سامنے لایا جائے گا اور کہا جائیگا کہ پڑھ لو اپنا اعمال نامہ اس وقت تم اپنا احتساب کرنے کیلئے

کافی ہو یہ آزمائش ہوگی، ترجمہ تھا هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّا اَسْلَفَتْ میں تَبْلُوْ کا لیکن بعض لوگوں نے اس کو تَتْلُوْا پڑھا ہے جس کے معنی پڑھنا کے ہیں۔ پھر اس کا ترجمہ یہ ہو گا کہ "اچھا یا بُرا جو کام وہ کریں گے اسی کا بدلہ بھگتیں گے"۔ جیسے کہ حدیث میں ہے کہ ہر اُمت اپنے اپنے معبود کے پیچھے رہے گی۔ آفتاب پرست آفتاب کے پیچھے اور قمر پرست قمر کے پیچھے، اور بُت پرست بُت کے پیچھے قولہ تعالیٰ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وہ اپنے مولا کی طرف پھیر دیئے جائیں گے۔ وہ کیا سبھی امور خدا کی طرف پھیر دیئے جائیں گے چنانچہ وہ فیصلہ کر کے جنتیوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو دوزخ کی طرف بھیجیگا اب ان گمراہوں نے اپنی طرف سے جو جھوٹ موٹ معبود بنا رکھے تھے سب ہوا کی طرح اُڑ جائیں گے ؞

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

آپ کہئے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے

اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ

جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو جاندار کو بیجان

الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ

سے نکالتا ہے اور بیجان کو جاندار سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو

وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ

تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے سو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ تو ان سے کہیے کہ پھر کیوں

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝٣١ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ

نہیں پرہیز کرتے۔ سو یہ ہے اللہ تعالیٰ جو تمہارا رب حقیقی ہے پھر حق کے بعد اور کیا

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى

رہ گیا بجز گمراہی کے، پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔

تُصْرَفُوْنَ ۝٣٢ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ

اسی طرح آپ کے رب کی یہ بات کہ یہ ایمان نہ لاویں گے تمام متمرد

عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٣٣

لوگوں کے حق میں ثابت ہو چکی ہے ؞

مشرکین پر اللہ تعالیٰ حجت پیش کرتا ہے کہ خدا کی وحدانیت اور ربوبیت
کا اعتراف کرنا پڑے گا یعنی اے نبی پوچھو کہ وہ کون ہے جو آسمان سے
بارش برساتا ہے اور اپنی قدرت سے زمین کو شگاف دیتا ہے۔
جس کے اندر سے دانے انگور، نیشکر، زیتون، خرما گھنے گھنے باغ
اور خوشہ دار میوے پیدا کرتا ہے کیا اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہو
سکتا ہے تو انھیں ماننا پڑے گا کہ یہ خدا ہی کے کام ہیں اگر وہ اپنا
رزق روک لے تو کون ہے کہ کھول دے اور جس نے کہ قوت
سامعہ اور قوتِ باصرہ دی ہے کہ اگر چاہے تو سلب کر لے ہم خود
کہہ دو کہ یہ سماعت و بصارت اور ساری انسانی قوتیں اللہ ہی
نے پیدا کی ہیں۔ کیا تم اس کو ناراض کر کے پسند کرو گے کہ وہ تمھاری
بصارت و سماعت چھین لے جو اپنی قدرتِ عظیمہ سے میّت سے
زندہ کو پیدا کرتا ہے اور زندہ سے میت کو نکالتا ہے اور اس
آیت کے بارے میں اختلافِ رائے پہلے گذر چکا ہے اور اس آیت
کا مفہوم سب پر عام اور حاوی ہے اور کون ساری کائنات کا
انتظام اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اس کی صوابدید
اور مرضی سے، سب کو وہ پناہ دیتا ہے اس کے برخلاف کوئی کسی
کو پناہ نہیں دے سکتا وہ سب پر متصرف اور حاکم ہے اس کے حکم
کے بعد کسی کا حکم کوئی چیز نہیں وہ جس کو چاہے پوچھے لیکن اس کو
کون پوچھ سکتا ہے۔ آسمان و زمین کی ساری مخلوقات اسی کی دست
نگر ہیں۔ ہر وقت اسی کی نرالی شان ہے۔ آسمان و زمین کی ساری
بادشاہت اسی کی ہے۔ ملائکہ، انس و جان سب اس کے محتاج
ہیں اس کے غلام ہیں۔ سب کا جواب ان کے پاس یہی ہے کہ خدا
ہی میں یہ ساری قدرت ہے کفار و مشرکین ان ساری باتوں کو جانتے
ہیں اور معترف بھی ہیں۔ پھر تم ان سے پوچھو کہ اچھا پھر اس سے ڈرتے
کیوں نہیں ہو، اپنی خود سری اور جہالت سے اُس کو چھوڑ کر کسی اور
کی پرستش کیوں کرتے ہو۔ سچا خدا تو یہی خدا ہے جس کا تم کو اعتراف ہے
پھر تو انفراد بالعبادۃ کا مستحق وہی ہوا حق بات کو سمجھ لینے کے
بعد پھر یہ گمراہی کیسی ہر معبود اس کے سوا باطل ہے۔ تم عبادتِ حق
چھوڑ کر عبادتِ ماسوا کی طرف کدھر بھٹکے جا رہے ہو ان سارے

دلائل کے بعد خدا کی بات ثابت و متحقق ہو چکی۔ یعنی جس طرح ان
مشرکین نے کفر کیا اور کفر پر قائم رہے۔ اسی طرح انھوں نے اس
بات کا اعتراف بھی کر لیا ہے کہ وہی پاک پروردگار خالق و رازق
ہے ساری کائنات میں اکیلا متصرف ہے اسی نے اپنے پیغمبروں
کو توحید دے کر بھیجا۔ یہ مسلم ہے کہ یہ اشقیا دوزخی ہیں ۞ ۞ ۞

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ
آپ یوں کہئے کہ کیا تمھارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے　جو پہلی بار بھی پیدا کرے
ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ
پھر دوبارہ بھی پیدا کرے، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی
يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ مِنْ
دوبارہ بھی پیدا کرے گا سو پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو، آپ کہئے کہ تمھارے شرکاء
شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ
میں کوئی ایسا ہے کہ　امر حق کا راستہ بتاتا ہو، آپ کہہ دیجئے کہ
اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى
اللہ ہی امر حق کا راستہ بتاتا ہے۔ تو پھر آیا جو شخص　امر حق کا راستہ
الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْۤ اِلَّاۤ
بتاتا ہو وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ شخص جس کو بے بتائے خود ہی
اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾
راستہ نہ سوجھے　تو تم کو کیا ہو گیا　تم کیسی تجویز کرتے ہو۔
وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ
اور ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں۔ یقیناً بے اصل خیالات
لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ
امر حق میں ذرا بھی مفید نہیں۔　یہ جو کچھ کر رہے ہیں
عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾
یقیناً اللہ کو سب خبر ہے ۞

مشرکین نے جو اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو ملا دیا اور اصنام و اوثان
کو پوجنے لگے اُن کے اس دعوے کا ابطال کیا جا رہا ہے کہ اے نبی
اُن سے پوچھو کہ کیا تمھارے قرار دادہ شرکاء میں کوئی ہے جس نے

ان آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہو پھر اس میں جو مخلوقات ہیں انھیں وجود میں لایا ہو یا اجرام سماوی کو اپنی جگہ سے ہٹاتے یا انہیں بدل دے یا انھیں فنا کر کے پھر از سر نو دوسری مخلوق پیدا کر سکے کہدو کہ تم کسی کو نہیں پیش کر سکو گے یہ تو خدا ہی کے کام ہیں پھر تم طریقِ راست کو چھوڑ کر باطل کی طرف کیوں جھکے پڑتے ہو۔ کیا کوئی ہے کہ حق کی طرف رہنمائی کر سکے ایسی رہنمائی تو خدا ہی کر سکتا ہے اس بات کو تم خود جانتے ہو کہ تمھارے شرکاء ایک بھی گمراہ کو راستی پر نہیں لا سکتے اللہ پاک ہی ایسے گمراہ سے رُشد کی طرف انسانوں کے دل پھیر سکتا ہے کوئی بندہ جو حق کی طرف پھرنے والی کی اتباع کرے اور بصیرت تامہ رکھے یہ اچھا یا وہ جو کچھ بھی ہدایت نہیں کر سکتا بلکہ اپنے اندھے پن کے سبب اس بات کا محتاج ہے کہ اسی کا ہاتھ پکڑ کر کوئی لے چلے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ اے بابا! تم اندھے بہرے معبود کی پرستش کیوں کرتے ہو جو کچھ بھی تمھارے کام کا نہیں اور اپنی قوم سے بھی فرمایا تھا کہ تم لوگ اپنی ہی بنائی ہوئی چیزوں کی آپ عبادت کرتے ہو حالانکہ تم کو اور تمہارے معبودوں کو سب کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے تمہاری رائے کیسی غلط ہے، تمہاری عقلیں جاتی رہیں تم نے اللہ کو اور اللہ کی مخلوق کو دونوں کو برابر کیسے بنا دیا اس کو بھی مانتے ہو اس کو بھی مانتے ہو پھر خدا سے ہٹ کر شرکاء کی طرف جھکے پڑتے ہو۔ ربِّ جلیل ہی کو عبادت کے لئے تم نے خاص کیوں نہ کر لیا کہ اس کی عبادت کر کے گمراہیوں سے نکل آتے اور دُعائیں خاص کر خدا ہی سے کیوں نہیں مانگتے یہ لوگ کسی دلیل کو کام میں نہیں لاتے بلکہ اس اصنام پرستی کی بنیاد کسی یقین کے بجائے گمان اور وہم پر اٹھی ہوتی ہے۔ مگر اس سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا اللہ پاک ان کے ہر فعل کو خوب جانتا ہے یہ ان کافروں کے لئے تہدید اور وعید شدید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ عنقریب ان کی ان حماقتوں کی انھیں سزا مل جائے گی ؞ ؞ ؞ ؞

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور یہ قرآن افترا کیا ہوا نہیں ہے کہ غیر اللہ سے صادر ہوا ہو

وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ

بلکہ یہ تو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس کے قبل ہو چکی ہیں

الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ

اور احکام ضروریہ کی تفصیل بیان کرنیوالا ہے اسمیں کوئی بات شک کی نہیں رب العالمین کی

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٧﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ

طرف سے ہے۔ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو افترا کر لیا ہے، آپ کہدیجئے

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ

کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورت لاؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو ان کو

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣٨﴾

بلا لو اگر تم سچے ہو ؞ ؞ ؞

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ

بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جسکو اپنے احاطۂ علمی میں نہیں لائے اور ہنوز انکو اسکا

تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اخیر نتیجہ نہیں ملا۔ جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں اسی طرح انھوں نے بھی جھٹلایا تھا

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٣٩﴾

سو دیکھ لیجئے ان ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔ اور

وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ

ان میں سے بعضے ایسے ہیں جو اس پر ایمان لے آویں گے اور بعضے ایسے ہیں کہ اس پر ایمان

بِهٖ ۭ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٤٠﴾ ع

نہ لاویں گے۔ اور آپ کا رب مفسدوں کو خوب جانتا ہے ؞

اس میں اعجازِ قرآن پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ کوئی بشر بھی اس کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ اس جیسا قرآن پیش کر سکے، نہیں بلکہ اس پر بھی قادر نہیں کہ اس کی ایک سورت جیسی ہی کوئی سورت بنا لائے یہ اس کے دعویٰ فصاحت و بلاغت کی بنا پر ہے۔ قرآن کا اختصار اس کی شیرینی اور دنیا اور آخرت کے لئے نفع دینے والی معنی کثیرہ

پر مشتمل ہونا، ان چیزوں کو کوئی دوسری کتاب پیش نہیں کر سکتی کیونکہ یہ خدا کی طرف سے آئی ہوئی کتاب ہے وہ خدا جو اپنی ذات وصفات اور اپنے افعال و اقوال میں واحد و یکتا ہے مخلوق کا کلام اس کے کلام کے ساتھ مشابہت کیونکر پیدا کر سکتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے کہ اس جیسی تحریر خدا کے سوا کسی اور کی ہو ہی نہیں سکتی. بشر کا کلام ذرا بھی اس سے میل نہیں کھا سکتا اور پھر یہ کہ قرآن وہی کہتا ہے جو سابقہ کتب سماوی کہتی ہیں. البتہ سابقہ الہامی کتابوں میں جو تحریف و تبدیل ہوئی ہے اس کو اُجاگر کر دیا گیا ہے اور احکامِ حلال و حرام کو کافی اور شافی طور پر بیان کیا گیا ہے. خدائے ربّ العٰلمین کی طرف سے اس کے ہونے میں ذرا شبہہ نہیں کیا جا سکتا اس میں گذشتہ زمانے کی خبریں بھی ہیں اور آئندہ زمانے کی پیشین گوئیاں بھی ہیں. ماضی اور مستقبل سب باتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور لوگوں کو اس راستہ پر چلایا گیا ہے جو بالکل صحیح اور پسندیدۂ خدا ہو سکتا ہے اور اگر تم کو اس کے منجانب اللہ ہونے میں ذرا بھی شک ہو اور یہ غلط خیال تمہارے دلنشین ہو کہ محمدؐ نے اُسے آپ بنا لیا ہے تو محمد بھی تو تمہارے ہی جیسے بشر ہیں اگر وہ ایسا قرآن بنا سکتے ہیں تو تم میں سے قابل ترین کوئی آدمی کیوں نہیں بنا سکتا؟ چنانچہ اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے اس جیسی بس ایک ہی سورت پیش کرو جو قرآن جیسی بلاغت اور اختصار و معنویت رکھتا ہو. محمدؐ تو اکیلے تھے اب تم دنیا بھر کے انسان اور جنات سبھی مل کر کوشش کر دیکھو. اس طرح خدائے تعالےٰ گویا انھیں چیلنج کرتا ہے کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ یہ محمدؐ کا اپنا تصنیف کردہ ہے تو آؤ اس چیلنج کو قبول کرو تنہا نہیں بلکہ سیکڑوں ہزاروں مل کر. اس کے بعد ایک دوسرا اس سے بھی زبردست دعویٰ ہے کہ یہ سُن کر رکھو کہ تم کبھی اس پر قادر نہ ہو سکو گے یہ بات بھی ہم ابھی سے کہے دیتے ہیں کہ تمام جنّ و انس بھی اگر جمع ہو جائیں کہ ایسا ہی کوئی قرآن بنا سکیں تو ہرگز نہیں بنا سکتے خواہ اپنے لئے کتنے ہی مددگار کیوں نہ بنا لیں پھر اس دعوے کو دس سورتوں تک محدود کر کے کہا گیا جس کا ذکر اوّل سورۃ ہودؑ میں ہے کہ کیا وہ کہتے ہیں کہ محمدؐ نے اس کو بنا لیا ہے اچھا تو پھر اس جیسی دس ہی سورتیں تم بنا کر لے آؤ. پورا قرآن نہ سہی اتنا ہی سہی خدا کو تم نے چھوڑ دیا تو دوسرے سب کی تم مدد لے سکتے ہو. سچے ہو تو سامنے کیوں نہیں آتے. پھر اس سے بھی نیچے اتر کر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر اس کو محمدؐ نے بنا لیا ہے تو زیادہ نہیں ایک ہی سورت پیش کرو. سورۃ بقرہ (جو مدینے میں نازل ہوئی تھی)، اس میں بھی یہی ایک سورت ہی کا چیلنج ہے اور یہ بتلا دیا گیا ہے کہ تم کو ایسا کرنے پر قدرت نہیں ہے تو سنو! اگر تم نے ایسی آیتیں پیش نہ کیں اور پیش بھی کہاں کر سکتے ہو تو پھر عذاب دوزخ سے بچو. حالانکہ فصاحت تو عرب کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اور ان کا خاص کمال سمجھا جاتا تھا. اُن کے اشعار اور وہ قصائد جو کعبے کے دروازے پر آویزاں کر دیئے گئے تھے، اُن کے کمالِ بلاغت کا ثبوت ہیں لیکن اللہ نے جو قرآن پیش کر دیا کوئی اس کی فصاحت و بلاغت کو چھو بھی نہ سکا چنانچہ اس کی بلاغت اور حلاوت و اختصار اور افادہ و کمال کو دیکھ کر جو ایمان لے آیا وہ لے آیا. کیونکہ انہی فصحا و بلغاء میں ایسے نکتہ رس اور صاحب فہم بھی تھے جنھوں نے قرآن کی بلاغت کا لوہا مان لیا اور سر جھکا دیا معترف ہو گئے کہ یہ ہو سکتا ہے تو خدا ہی کا کلام ہو سکتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے جادوگر جو اپنی ساحری میں یکتائے زمانہ تھے بول اُٹھے کہ موسیٰؑ کا یہ مظاہرۂ عصا سحر سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، یہ تائید ربّانی ہی کے ذریعہ ممکن ہے اس لئے کہ یقیناً یہ ہوسنے خدا کے پیغمبر ہیں کیونکہ کوئی صاحب فن ہی کسی فن کے کمال کو سمجھ سکتا ہے اور اسی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام جو ایسے میں پیدا ہوئے تھے جب کہ طب نے کمال درجہ کی ترقی حاصل کر لی تھی اور مریضوں کے علاج میں ماہرینِ طب اپنا کمال دکھا رہے تھے ایسے وقت میں مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو حضرت عیسیٰؑ کا چنگا کر دینا، بلکہ خدا کا نام لے کر مُردوں کو بھی زندہ کر دینا ایسی چیزیں ہیں جن کے آگے کسی علاج و دوا کی کچھ نہیں چل سکتی چنانچہ سمجھنے والے سمجھ گئے کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں چنانچہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کو معجزے دیئے

گئے ہیں جن کو دیکھ کر بشر ایمان لے آسکیں اور مجھے بھی جو قرآن دیا گیا ہے اس سے متعلق میں بھی امید کرتا ہوں کہ اکثر و بیشتر اس کی صداقت کو مان لیں گے بلکہ ان میں سے بعض نے جو قرآن کو سمجھ ہی نہیں سکتے تھے تکذیب کرنا شروع کر دی لیکن اس کی دلیل نہ لا سکے اور یہ اُن کی جہالت اور حماقت کی وجہ سے تھا اسی قسم کی تکذیب اپنے پیغمبروں کی سابقہ قوموں نے بھی کی تھی تو اب ذرا تم نظر دوڑاؤ کہ ان جھٹلانے والوں کا کیسا بُرا حشر ہوا جو محض عناد اور ضد کی بنا پر تکذیب کر رہے تھے تو اب اے قریش کے انکار کرنے والو! ان کا حشر دیکھ کر عبرت پکڑو۔ چنانچہ اس زمانے میں بھی بعض لوگ تو ایمان لے آئے اور قرآن سے مستفیض ہوئے اور بعض جو ایمان نہیں لائے وہ کفر کی موت مر گئے۔ ان لوگوں کو خدا خوب جانتا ہے جو مستحق ہدایت ہیں ان ہی کو ہدایت بھی کرتا ہے۔ اور جو مستحق ضلالت ہیں اور ان کو بھٹکنے دیتا ہے۔ اس عمل میں وہ عادل ہے ظالم نہیں ٭ ٭ ٭

وَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل لِّي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ

اور اگر آپ کو جھٹلاتے ہیں تو یہ کہہ دیجئے کہ میرا کیا ہوا مجھکو ملے گا اور تمہارا کیا ہوا تم کو

أَنتُم بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا

ملیگا تم میرے کئے ہوئے کے جوابدہ نہیں ہو۔ اور میں تمہارے کئے ہوئے کا

تَعْمَلُونَ ﴿۴۱﴾ وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ

جوابدہ نہیں ہوں۔ اور ان میں بعض ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگا لگا کر بیٹھتے ہیں

أَفَأَنتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ ﴿۴۲﴾

کیا آپ بہروں کو سناتے ہیں گو ان کو سمجھ بھی نہ ہو۔

وَمِنْهُم مَّن يَنظُرُ إِلَيْكَ ۚ أَفَأَنتَ تَهْدِي

اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ آپکو دیکھ رہے ہیں۔ پھر کیا آپ اندھوں کو راستہ

الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ ﴿۴۳﴾ إِنَّ اللَّهَ

دکھلانا چاہتے ہیں گو ان کو بصیرت بھی نہ ہو۔ یہ یقینی بات ہے کہ اللہ

لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنَّ النَّاسَ

لوگوں پر ظلم نہیں کرتا۔ لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ کو

أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۴۴﴾

تباہ کرتے ہیں ٭

نبی صلی اللہ علیہ سے خطاب ہو رہا ہے کہ اگر یہ مشرک تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو تم بھی ان سے اور اُن کے اعمال سے اپنی بیزاری ظاہر کر دو اور صاف کہدو کہ میرا عمل میرے لئے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہیں تو تمہارے معبودوں کو نہ مانوں گا۔ ابراہیم خلیل اللہ نے بھی اپنی قوم سے یہی کہا تھا کہ میں تم سے اور تمہارے ان جھوٹے معبودوں سے بری ہوں قریش ہی میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو تمہارے کلام حسن اور قرآنِ عظیم کو سنتے ہیں اور جو متاثر ہو سکتے ہیں اور یہی بہت کافی تھا لیکن پھر بھی وہ راہِ راست پر نہ آئے، اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں، کیونکہ تم بہروں کو سُنانے پر قادر نہیں ہو، اور نہ تم کو آپ یہ قدرت ہے کہ تم ان کی ہدایت کرو جب تک کہ خدا کی مرضی بھی شامل نہ ہو۔ اور ان ہی میں ایسے بھی ہیں کہ جو تمہاری طرف گہری نظر سے دیکھتے ہیں۔ تمہارے پاکیزہ اخلاق اور حُسن صورت اور تمہارے دلائل نبوت دجس سے اہل بصیرت ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں)، اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں لیکن پھر بھی قرآن کی ہدایت سے کچھ فیضیاب نہیں ہوتے۔ جیسے کہ اہل علم اور اہل بصیرت مستفید ہو جاتے ہیں اور ایسے مومن لوگ تم کو دیکھتے ہیں۔ اور کفار نظر ڈالتے ہیں تو چشم احتقار سے ڈالتے ہیں وہ تمہیں دیکھتے ہیں تو ہنسی اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا۔ ایک سُنتا ہے اور ہدایت پاتا ہے اور دوسرا بھی سُنتا ہے اور دیکھتا ہے لیکن اندھا اور بہرا بنا رہتا ہے آنکھیں کھُلی ہیں پھر بھی اندھے ہیں کان رکھتے ہوئے بہرے ہیں۔ دل ہے مگر مُردہ۔ ایک نے فائدہ اٹھایا دوسرے نے نقصان۔ باری تعالیٰ کی ذات پاک مختار و متصرف ہے وہ سب سے بازپرس کرے لیکن اس کی بازپرس کون کر سکتا ہے۔ وہ تو ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کر لیتے ہیں۔ حدیث قدسی میں ہے کہ: اے میرے بندو میں نے ظلم کرنے کو اپنے پر حرام قرار دیا ہے تم پر بھی حرام قرار

دیتا ہوں. چنانچہ ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو تمہارے اعمال میری نظر میں ہیں. میں ہر قسم کے عمل کی پوری پوری جزا دیتا ہوں جس کو اچھی جزا ملی وہ خدا کا شکر کرے اور جس کو سزا ملی اس کو چاہیئے کہ اپنی ہی ذات کو ملامت کرے ٭٭٭

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا إِلَّا

اور انکو وہ دن یاد دلایئے جس میں اللہ انکو اس کیفیت سے جمع کریگا کہ گویا وہ سارے دن

سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ

کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَ

واقعی خسارے میں پڑے وہ لوگ جنھوں نے اللہ کے پاس جانے کو جھٹلایا اور

مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ (۴۵)

وہ ہدایت پانے والے نہ تھے ٭٭

یاد دلایا جا رہا ہے کہ قیامت قائم ہوگی اور لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر عرصۂ حشر میں جمع ہو جائیں گے اور جب وہ دن آپہنچے گا تو وہ سمجھیں گے کہ دنیا میں دن کا بعض حصہ ہی گزار آئے ہیں یعنی شام نہیں تو صبح رہے تھے اور صبح نہیں تو شام گزاری تھی جس روز صور پھونکا جائے گا تو مجرمین جوق در جوق پریشان حال نکل آئیں گے چپکے چپکے باتیں کر رہے ہوں گے کہ بس دس روز ہمارا قیام رہا ہوگا ان میں کے ممتاز اور تیز حافظہ لوگ کہیں گے. ارے کہاں کے دس روز ایک ہی دن تو دنیا میں گزرا. گنہگار طبقہ تو قسمیں کھا کھا کر کہے گا کہ گھنٹے بھر سے زیادہ کب رہے یہ سب دلیل ہے اس بات کی کہ دار الآخرت میں دنیا کی زندگی کیسی حقیر اور قصیر ہے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ دنیا میں کتنے سال گزارے؟ تو کہیں گے ایک دن یا اس سے بھی کم. چنانچہ یادداشت رکھنے والوں سے پوچھ لیا جائے. کہا جائے گا کہ کاش تمھیں علم ہوتا کہ دنیا کی زندگی کتنی تھوڑی ہوتی ہے وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان لیں گے ماں باپ بچوں کو اور بچے ماں باپ کو اور اہل قرابت اپنے رشتہ داروں کو لیکن ہر ایک اپنی راحت میں یا اپنی اپنی مصیبت میں مصروف و مشغول رہے گا. جب صور پھونکا جائے گا تو پھر حسب و نسب کچھ نہیں کوئی عزیز اپنے عزیز کو نہیں پوچھے گا جن لوگوں نے خدا سے ملاقات کی تکذیب کی تھی وہ بڑے گھاٹے میں رہیں گے افسوس ہے ان جھٹلانے والوں پر کہ قیامت کے دن انھوں نے اپنی ذات اور اپنے متعلقین کو ہلاکت میں ڈال دیا، اس سے بڑا خسارہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اپنے ساتھیوں کے سامنے حسرت و ندامت اٹھانی پڑے اور الگ رہنا پڑے

وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ أَوْ

اور جس کا ان سے ہم وعدہ کر رہے ہیں اس میں سے کچھ تھوڑا اگر ہم آپ کو دکھلا دیں

نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ

یا ہم آپکو وفات دیدیں سو ہمارے پاس تو ان کو آنا ہی ہے پھر اللہ تعالیٰ ان کے سب افعال

عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ (۴۶) وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلٌ

کی اطلاع رکھتا ہی ہے. اور ہر امت کے لئے ایک حکم پہنچانے والا ہے

فَإِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ

سو جب ان کا وہ رسول آچکتا ہے انکا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (۴۷)

اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا ٭٭

اپنے نبی سے خطاب ہوتا ہے کہ اگر ہم تمہارے حین حیات ان سے انتقام لیں تاکہ تمہارے دل کو تسکین ملے یا تمھاری ہی زندگی ختم ہو جائے. بہرصورت ان کی بازگشت ہماری ہی طرف ہے اگر تم نہ بھی رہو تو تمہارے بعد ان کے افعال کا خدا گواہ بن جائے گا. حضرت ﷺ نے فرمایا کہ گزشتہ رات میری اگلی اور پچھلی ساری امت میرے سامنے پیش کی گئی تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگلی امت تو خیر لیکن پچھلی امت جو آنے والی ہے اور ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی ہے، وہ کیسے پیش کی گئی؟ تو فرمایا کہ ان کی ایک خاکی صورت سامنے لائی گئی اور میں ان میں سے ہر ایک کو اس سے بھی بہتر طور پر پہچان رہا تھا جیسے کہ تم اپنی کسی ساتھی کو پہچان لیتے ہو. ہر امت کے لئے ایک ایک رسول ہوتا ہے جب ان کے پاس

ان کا رسول آجاتا ہے تو اُن کے درمیان ایک منصفانہ فیصلہ ہو جاتا ہے جیسے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ زمین خدا کے نور سے چمک اٹھتی ہے چنانچہ ہر امت اپنے پیغمبر کی موجودگی میں خدا کے سامنے پیش ہوتی ہے۔ ان کا اچھا یا برا نامۂ اعمال ساتھ ہوتا ہے جو بحیثیت ان کے گواہ کے ہوتا ہے نیز ملائکہ بھی گواہ ہوتے ہیں جنھیں ان پر نگران کار مقرر کر دیا تھا یکے بعد دیگرے ہر امت پیش ہوتی رہے گی اور یہ امت اگرچہ آخری امت ہے لیکن قیامت کے روز یہ اولین امت بن جائے گی۔ جس کا فیصلہ اللہ پاک سب سے پہلے فرمائے گا۔ بخاری اور مسلم میں ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم اگرچہ سب کے بعد ہیں لیکن قیامت میں سب سے پہلے ہوں گے اور ساری مخلوق سے پہلے ہمارا حساب کتاب ہو جائے گا اس امت نے یہ شرف اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے حاصل کیا ہے آپ پر قیامت تک درود و سلام ہو۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔

قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا

آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات خاص کیلئے تو کسی نفع کا اور کسی ضرر کا اختیار

مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ

رکھتا ہی نہیں مگر جتنا خدا کو منظور ہو ہر امت کیلئے ایک معین وقت ہے جب ان کا وہ معین

أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا

وقت آپہنچتا ہے تو ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے اور نہ

يَسْتَقْدِمُونَ ○ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ

آگے سرک سکتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا عذاب

عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ

رات کو آپڑے یا دن کو تو عذاب میں کون چیز ایسی ہے کہ مجرم لوگ

الْمُجْرِمُونَ ○ أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ آمَنتُم

اس کو جلدی سے مانگ رہے ہیں۔ کیا پھر جب وہ آہی پڑے گا اسکی تصدیق کرو گے

بِهِ ۚ آلْآنَ وَقَدْ كُنتُم بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ○ ثُمَّ

ہاں اب مانا حالانکہ تم اس کی جلدی مچایا کرتے تھے۔ پھر

قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ

ظالموں سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو۔

هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ○

تم کو تمہارے ہی کئے کا بدلہ ملا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ یہ مشرکین عذاب میں جلدی کرتے ہیں اور وقت عذاب آنے سے پہلے عذاب مانگتے ہیں۔ اس میں ان کی کوئی بھلائی نہیں۔ کافر تو جلدی کرتے ہیں لیکن مومن اس سے ڈرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ واقعۃً عذاب ضرور آئے گا اگرچہ اس کا وقت معین معلوم نہیں۔ اسی لئے اللہ پاک نبی کو جواب سکھا رہا ہے کہ کہہ دو کہ میں اپنے نفس کے لئے نہ مضرت کا مالک ہوں نہ منفعت کا مالک ہوں، میں صرف اتنا ہی کہتا ہوں جو مجھے بتا دیا گیا ہے اور اگر میں کچھ حاصل کرنا چاہتا ہوں تو اس پر قادر نہیں جب تک کہ اللہ پاک خود مجھے آگاہ نہ فرما دے ہیں تو اس کا بندہ اور تمہارے لئے اس کا قاصد ہوں میں نے تمھیں خبر دیدی ہے کہ قیامت ضرور ہوگی، لیکن اس کا وقت مجھے نہیں بتلایا گیا ہر قوم کے لئے ایک مقررہ مدت ہوتی ہے اور جب وہ مدت منقضی ہو جاتی ہے تو ایک ساعت کی بھی نہ اس میں تقدیم ہوگی نہ تاخیر۔ جیسا کہ فرمایا:۔ وَلَن يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا جب کسی کا وقت آجاتا ہے تو ذرہ بھر کی بھی تاخیر نہیں ہوگی۔ کافروں پر خدا کا عذاب ناگہاں آجائے گا۔ اگر دن اور رات میں کسی بھی وقت یکایک آجائے تو بتاؤ کیا کرو گے؟ اس لیے جلدی کیوں کرتے ہو، جب کہ آہی جائے گا تو کیا اس وقت ایمان لاؤ گے وہ ایمان کا وقت کب رہے گا۔ اس وقت کہا جائے گا کہ تو جس عذاب کی جلدی کرتے تھے۔ اس وقت کہیں گے اے خدا ہم نے دیکھ لیا ہم نے سن لیا۔ عذاب سے سابقہ پڑنے پر قبول

انھیں گے کہ ہم اب اکیلے خدا کو مانتے ہیں اور دیگر تمام معبودوں سے اعراض کرتے ہیں۔ لیکن اسوقت کا ایمان کوئی ایمان نہیں۔ اللہ کی عادت تو اپنے بندوں میں یونہی چلی ہوتی ہے ان ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب دائمی عذاب چکھو۔ اس طرح انھیں خوب ڈانٹ بتائی جائے گی جس عذابِ جہنم کا وہ انکار کرتے تھے اس عذاب میں انھیں دھکے دے دے کر جھونکا جائیگا۔ تم جادو کہتے تھے، تو کیا یہ جادو ہے نہیں بلکہ تم خود اندھے ہو اب خواہ صبر کرو کہ نہ کرو، اپنے اعمالِ بد کا بدلہ ضرور پاؤ گے ؛ ؛ ؛

وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ

اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کیا عذاب واقعی امر ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ قسم میرے

اِنَّهٗ لَحَقٌّ ڼ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۵۳ وَ

رب کی کہ وہ واقعی امر ہے اور تم کسی طرح خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اور

لَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ

اگر ہر ہر مشرک شخص کے پاس اتنا ہو کہ ساری زمین میں بھر جائے تب بھی اس کو

لَافْتَدَتْ بِهٖ ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا

دیکر اپنی جان بچانے لگے۔ اور جب عذاب دیکھیں گے تو پشیمانی کو

رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ

پوشیدہ رکھیں گے، اور ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا

بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۵۴

اور اُن پر ظلم نہ ہوگا ؛

تم سے یہ لوگ پوچھ رہے ہیں کہ مٹی ہو جانے کے بعد یہ قبروں سے اٹھنا کیا سچ ہے تو کہدو کہ ہاں خدا کی قسم سچ ہے، تمہارا مٹی ہوجانا اور پھر ہمارا تم کو بحالتِ اول لے آنا ہمارے لئے آسان ہے ہم اس میں عاجز نہیں۔ خدا تو جب کسی چیز کو وجود میں لانا چاہتا ہے تو صرف یہ کہدیتا ہے کہ ہوجا۔ پس وہ چیز وجود پذیر ہو جاتی ہے ایسی قسمیہ آیت قرآن میں صرف دو ہی جگہ اور بیان ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ؐ کو حکم دیا ہے کہ جو معاد کا انکار کرتے ہیں ان سے قسم کھا کر بیان کرو۔ سورۃ سبا میں

ہے کہ کافر کہتے ہیں کہ قیامت نہ ہوگی۔ کہدو خدا کی قسم ہوگی اور سورۃ تغابن میں ہے کہ کافر سمجھتے ہیں کہ پھر زندہ نہیں ہونگے کہ خدا کی قسم زندہ ہوں گے اور تمہارے اعمال تم کو بتلائے جائیں گے، اور یہ بات خدا پر کچھ دشوار تھوڑی ہے جب قیامت قائم ہوگی تو یہ کافر چاہیں گے کہ زمین بھر سونا دیکر عذاب سے چھٹکارا پائیں گے، لیکن نہ ہوسکے گا اور جب عذاب کو دیکھ پائینگے تو ایک خاموش ندامت سے دوچار رہیں گے لیکن جو کچھ بھی ان سے برتاؤ ہوگا انصاف کے ساتھ ہوگا ذرا بھی زیادتی نہ ہوگی ؛؛

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

یاد رکھو کہ جتنی چیزیں آسمانوں میں اور زمینوں میں ہیں سب اللہ کی ملک ہیں۔

اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

یاد رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن بہت سے آدمی

لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۵ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ

یقین ہی نہیں رکھتے۔ وہی جان ڈالتا ہو وہی جان نکالتا ہے اور تم

تُرْجَعُوْنَ ۝۵۶

سب اسی کے پاس لائے جاؤ گے ؛ ؛

وہ آسمانوں و زمینوں کا مالک ہے اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا وہ زندہ کرتا ہے وہ مارتا ہے، بازگشت اسی کی طرف ہے وہ اس بات پر قادر ہے کہ سمندروں میدانوں اطرافِ عالم سے اُن کے ذراتِ خاک پھر جمع کردے اور پھر زندہ جسم بنا دے ؛ ؛ ؛

يٰٓاَيُّھَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت

رَّبِّكُمْ وَشِفَاۗءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ڏ وَ

ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں اُن کے لئے شفا ہے اور رہنمائی

ھُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۷ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ

کرنیوالی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے آپ کہدیجئے کہ بس لوگوں کو خدا کے اس

وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۵۸

انعام ورحمت پر خوش ہونا چاہیئے وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے جسکو جمع کر رہے ہیں ؞

قرآنِ عظیم جو دیا گیا ہے اس پر احسان جتایا جاتا ہے کہ لوگو! یہ پند ونصیحت کا ایک دفتر ہے جو تمہارے خدا کی طرف سے ہے اور تمہارے دلوں کے لئے شفا ہے یعنی شک وشبہ کو اور دلوں کی گندگی اور ناپاکی کو دور کرنیوالا ہے اس سے خدا کی ہدایت ورحمت حاصل ہوگی مگر صرف انہیں پر جو خدا پر یقین اور ایمان رکھتے ہیں قرآن کو ہم نے مومنین کے لئے شفا اور رحمت بناکر اتارا ہے لیکن گنہگاروں کے لئے یہ نقصان اور خسارہ کے سوا اور کچھ نہیں. کہدو کہ یہ قرآن خدا کا فضل اور رحمت ہے اس کو لے کر خوش ہو جاؤ اور دنیائے فانی کے تمتعات جو تم حاصل کرتے ہو ان سب میں بہترین چیز یہ قرآن ہے ؞ جب یہ عراق کا خراج حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا تو حضرت عمر اسے دیکھنے کے لئے نکل آئے ان کا خادم بھی ان کے ساتھ تھا. حضرت عمر خراج میں آئے ہوئے اونٹوں کو گننے لگے لیکن کہاں تک گنتے. گنتے گنتے تھک گئے تو کہنے لگے خدا کا شکر ہے. ان کا خادم کہنے لگا کہ خدا کی قسم یہ بھی خدا کا فضل اور رحمت ہے تو حضرت عمر نے کہا ایسا نہیں اللہ تعالیٰ نے بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ کہکر قرآن اور اس سے استفادہ مراد لیا ہے اس لئے اس کو فضل ورحمت نہیں بلکہ مِمَّا یَجْمَعُوْنَ سمجھنا چاہیئے کیونکہ ہمارا جمع کردہ ہے فضل ورحمت کی تو بہت بڑی شان ہے ؞ ؞

ع ۶ ۱۱

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ

آپ کہدیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو کچھ بھیجا تھا

رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ

پھر تم نے اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حلال قرار دے لیا آپ پوچھئے کہ کیا

آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝۵۹ وَمَا

تم کو خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا اللہ تعالیٰ پر افترا ہی کرتے ہو. اور جو لوگ

ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

اللہ پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں ان کا قیامت کی نسبت

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى

کیا گمان ہے. واقعی لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہے

النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۶۰

لیکن اکثر آدمی بے قدر ہیں ؞ ؞

مشرکوں نے بعض جانوروں کو بحائر، سوائب، وصائل نام دے کر کسی کو اپنے پر حلال اور کسی کو حرام قرار دے لیا تھا اس کی تردید فرمائی جارہی ہے. جیسا کہ ارشاد باری ہے کہ کھیتوں میں سے جو نکلتا ہے اور مویشی جو پیدا ہوتے ہیں وہ اس میں سے خدا کا ایک خاص حصہ قرار دیتے ہیں. ابوالاحوص روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور صورت اور لباس کی حیثیت سے میں بدحال سا تھا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ مال ودولت ہے کہ نہیں؟ میں نے کہا کہ خدا کا دیا سب کچھ موجود ہے. اونٹ گھوڑوں بکریوں کے گلے ہیں. لونڈی غلام ہیں تو آپ نے فرمایا پھر تم پر خدا کے آثارِ نعمت ظاہر کیوں نہیں ہیں. پھر فرمایا تمہارے اونٹوں کے بچے ہوتے ہیں وہ ہر عضو سے تندرست ہوتے ہیں لیکن تم استرہ لے کر اٹھتے ہو ان کے کان کاٹ دیتے ہو، کہتے ہو کہ یہ بحائر ہیں ان کی کھال چیر دیتے ہو کہتے ہو کہ اب یہ صرم ہیں اپنے پر بھی حرام کر لیتے ہو اور اپنے اہل پر بھی کیا ایسا نہیں ہے؟ میں نے کہا، ہاں اب آپ نے فرمایا کہ سنو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے وہ ہمیشہ کے لئے حلال ہے حرام ہو نہیں سکتا. اللہ کا ہاتھ تمہارے ہاتھ سے قوی تر ہے اور اللہ کا چاقو تمہارے چاقو سے زیادہ تیز ہے اللہ پاک ان لوگوں سے اپنی سخت ناراضی کا اظہار فرماتا ہے جو اس کے حلال کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں یا حرام کو اپنے لئے حلال بنا لیتے ہیں اور یہ صرف اپنی ذاتی رائے اور خواہش کی بنا پر ہے جس کی کوئی دلیل نہیں

پھر ان کو یوم قیامت کے عذاب سے ڈراتا ہے فرماتا ہے کہ جو لوگ خدا پر افترا کرتے ہیں آخر وہ سمجھتے کیا ہیں کہ قیامت کے روز ہم ان سے کیا برتاؤ کریں گے؟ قولہ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ لوگوں پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اس کی ترک میں گویا دنیا ہی میں عقوبت دے کر ان کا معالجہ مقصود ہے میں کہتا ہوں کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ اللہ بڑا صاحب فضل ہے لوگوں پر کہ دنیا میں بہت سی ایسی چیزیں انسانوں کے لئے پیدا کر دیں جن سے مسرت اور اُن کی منفعت ہے اور ایسی چیزیں انسان کے لئے حرام فرما دیں جن میں سراسر مضرت تھی یا تو بہ حیثیت دین یا بہ حیثیت دنیا۔ لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے یعنی خدا کے احکامات کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں اور اپنے نفسوں پر تنگی کر لیتے ہیں یعنی اپنی طرف سے کسی کو حلال اور کسی کو حرام قرار دے لیتے اور مشرکین نے اس چیز کو اپنے اندر بہت شائع کر رکھا ہے اور اپنا مسلک ہی ایسا بنا لیا ہے اور اہل کتاب میں اگرچہ یہ بات نہیں تھی لیکن انھوں نے بھی یہ بدعت پیدا کر لی ہے موسیٰ بن صباح سے قولہ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ کے بارے میں مروی ہے کہ قیامت کے دن تین قسم کے لوگ خدا کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک قسم سے دریافت فرمائے گا کہ تم نے کس خیال سے اعمالِ نیک اختیار کئے تھے تو وہ کہیں گے کہ یارب تو نے جنت پیدا کی جنت میں باغ، پھل، اشجار، انہار، حور و قصور اور اہل طاعت کے لئے ہر قسم کی نعمتیں مہیا کیں۔ اسی کو حاصل کرنے کے لئے میں نے رات رات بھر جاگ کر عبادت کی، دن دن بھر روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو نے جنت کی خاطر جب یہ عمل کئے تو جا جنت ہی تیرا ٹھکانہ ہے لیکن یہ تیرے عمل کا بدلہ نہیں، میں تجھے دوزخ سے نجات دیدیتا ہوں، یہ میرا فضل ہے اور میں تجھے جنت میں داخل کرتا ہوں اور یہ میرا فضل ہے۔ چنانچہ ایسے لوگ جنت میں جا داخل ہوں گے۔ پھر دوسری نوع کے لوگ بلائے جائیں گے خدا اُن سے بھی یہی پوچھے گا تو وہ کہیں گے یارب تو نے دوزخ پیدا کی، دوزخ میں طوق و زنجیر رکھے، بادِ سموم اور آبِ محموم اس میں پیدا کئے اہل معصیت کے لئے سارے ہی عذاب اس میں مہیا کئے۔ چنانچہ میں رات رات بھر جاگ کر عبادت کرتا رہا دوزخ کے خوف سے دن دن بھر بھوکا پیاسا رہ کر روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو نے دوزخ سے ڈر کر نیک اعمال کئے ہیں تو لے میں نے تجھے دوزخ سے نجات بخشی اور پھر میرا یہ مزید فضل ہے کہ دوزخ سے نجات دینے کے بعد تجھے جنت بھی دیدیتا ہوں چنانچہ وہ جنت میں جا داخل ہوگا۔ اب تیسری نوع کے لوگ لا حاضر کئے جائیں گے اور جب اللہ پوچھے گا تو وہ بتائیں گے کہ یارب! ہم نے تو تیرے شوق اور تیری محبت کے لئے تیری عبادت کی رات بھر بھی عبادت کی اور دن بھر روزے رکھے، صرف تیرے اشتیاقِ ملاقات اور تیری رضا مندی کے لئے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جب میرے شوقِ لقا میں تم نے ایسا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے سامنے جلوہ افروز ہو جائے گا اور فرمائے گا کہ لو مجھے دیکھو مجھ پر نظر ڈالو کہ تم کو سب سے بڑی دولت ملی ہے۔ پھر فرمائے گا کہ میں اپنے فضل سے تمھیں دوزخ سے بھی نجات دیتا ہوں اور جنت سے بھی تمھیں سرفراز کرتا ہوں۔ میرے ملائکہ تیرے پاس حاضر رہیں گے اور بذاتِ خود تجھ پر اپنی سلامتی نازل فرماتا رہوں گا چنانچہ ایسے لوگ جنت میں بھی جا داخل ہوں گے ؛ ؛ ؛

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ

اور آپ کسی حال میں ہوں اور منجملہ ان احوال کے آپ کہیں سے قرآن پڑھتے

قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا

ہوں۔ اور تم جو کام بھی کرتے ہو ہم کو سب کی خبر رہتی ہے

عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ وَمَا يَعْزُبُ

جب تم اس کام کو کرنا شروع کرتے ہو، اور آپکے رب سے

عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ

کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ زمین میں

وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِن ذَٰلِكَ وَ

اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے اور

لَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝ ۶۱

نہ کوئی چیز بڑی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے ؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی جا رہی ہے کہ خدا تمھاری امت اور جمیع خلائق کے سارے احوال سے ہر لحظہ اور ہر ساعت واقف ہے ذرہ بھر چیز بھی زمین اور آسمانوں کے اندر خواہ کیتنی ہی حقیر وصغیر کیوں نہ ہو کتاب مبین میں یعنی علم الٰہی میں موجود ہے اس کی نگہداشت سے باہر نہیں ہو سکتی غیب کی معلومات اسی کے پاس ہیں. بر ہو کہ بحر غیب کی بات اس کے سوا کوئی نہیں جانتا. ایک پتہ بھی ٹوٹ کر گرتا ہے تارات کی تاریکی میں کہیں کوئی ذرہ بھی پڑا رہتا ہے اور کوئی چیز تر ہو کہ خشک، اچھی ہو کہ بری سب کا اس کو علم ہے. اشجار و جمادات و حیوانات کی ہر حرکت کو جانتا ہے. زمین پر جتنے جاندار ہیں، ہوا میں جتنے پرندے اڑتے ہیں، یہ بھی سب تمھاری طرح گروہ گروہ ہیں. ہر جاندار کی غذا کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے. جب ان اشیاء کی حرکات کا بھی اس کو علم ہے تو انسان مکلف اور مامور بالعبادۃ کے حرکات و اعمال کا علم اس کو کیسے نہ ہوگا. جیساکہ فرمایا ہے کہ تم اسی عزیز رحیم پر بھروسہ رکھو جو تم اگر نماز میں کھڑے بھی ہو تو دیکھ رہا ہے، سجدہ بھی کر رہے ہو تو دیکھ رہا ہے اور اسی لئے فرمایا کہ خواہ تم کیسی مشغلے میں ہو. قرآن پڑھ رہے ہو یا اور کوئی عمل کر رہے ہو، ہم دیکھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں. چنانچہ جب جبریل علیہ السلام نے احسان کے معنی حضرت سے پوچھے تو فرمایا کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ تم خدا کی اس طرح عبادت کرو گویا خدا کو دیکھ کر عبادت کر رہے ہو اور اگر یہ نہیں تو کم از کم اس طرح کہ تم اس کے سامنے ہو اور وہ تمھیں دیکھ رہا ہے ؞ ؞ ؞

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا

یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ

هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ ۶۲ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا

مغموم ہوتے ہیں. وہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز

يَتَّقُونَ ۝ ۶۳ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

رکھتے ہیں. ان کے لئے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت

وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ

میں بھی خوشخبری ہے. اللہ کی باتوں میں کچھ فرق ہوا نہیں کرتا.

ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ ۶۴

یہ بڑی کامیابی ہے ؛

ارشاد باری ہوتا ہے کہ اولیا اللہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں چنانچہ جو پرہیزگار ہے. خدا کا ولی ہے احوال آخرت سے اگر انھیں سابقہ پڑے گا تو ان کو کوئی خوف دامن گیر نہ ہوگا اور نہ دنیا میں انھیں کوئی حزن وغم گھیرے گا. عبد اللہ بن مسعود رض اور ابن عباس رض کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ہر وقت ذکر و فکر خداوندی میں دیکھے جاتے ہیں. ابن عباس رض سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ ص! اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو فرمایا کہ وہ لوگ کہ جب دیکھو یادِ خدا میں مصروف. ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے بندوں میں ایسے بھی بندے ہیں کہ انبیاء و شہداء بھی ان پر رشک کرتے ہیں. پوچھا گیا یا رسول اللہ ص! وہ کون لوگ ہیں ہم بھی اُن سے محبت رکھیں گے فرمایا انبیاء کے لئے بھی قابل رشک لوگ وہ ہیں کہ نہ مال کا کوئی تعلق نہ نسب کا لگاؤ مگر صرف اللہ کے لئے ایک دوسرے کو چاہتے ہیں اُن کے چہرے نورانی ہیں وہ نور کے منبروں پر ہیں لوگ جہاں خوف سے گھبرا جائیں، وہاں ان پر ذرا بھی آثار خوف نہیں لوگوں پر رنج و غم طاری ہے اور ان کو رنج سے کوئی واسطے

نہیں ابو مالک اشعری سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ مختلف قبائل سے اور چاروں طرف سے جمع ہوں گے اور ان میں کوئی رشتہ داری نہ ہوگی لیکن وہ محض اللہ کی خاطر آپس میں ایک دوسرے کو دوست رکھتے ہونگے اور خلوص و محبت ہوگی۔ قیامت کے روز اللہ ان کے لئے نور کے منبر قایم کرے گا جس پر وہ بیٹھے ہونگے لوگ قیامت میں پریشان پھر رہے ہونگے لیکن وہ مطمئن۔ اللہ کے اولیاء یہی لوگ ہیں۔ ابو الدرداء سے کسی نے آنحضرت صلعم کی وضاحت لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ کے بارے میں پوچھا۔ کہا کہ بشارت سے رویائے صالحہ مراد ہیں جن کو کوئی مسلم دیکھتا ہے یا دوسروں کو اس سے متعلق خواب دکھایا جاتا ہے۔ ابو الدرداء نے کہا کہ تم نے مجھ سے یہ سوال کیا اور اس سے پہلے صرف ایک وقت ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ یہ سچے خواب جو کوئی دیکھے یا اس کے حق میں کوئی دوسرا دیکھے تو یہ دنیا کی زندگی میں بھی اس کے لئے خوشخبری ہے اور آخرت میں جنت کی بشارت ہے۔ عبادہ بن صامت سے بھی حضرت صلعم نے یہی فرمایا تھا کہ تم سے پہلے مجھ سے کسی نے یہ سوال نہیں کیا تھا۔ بشریٰ سے رویائے صالحہ مراد ہیں۔ ابن صامت نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا تھا کہ اس آیت میں آخرت کی بشارت تو جنت ہے لیکن دنیا کی بشارت سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ سچے خواب جس کو کوئی دیکھے یا اس کے حق میں کسی کو دکھائے جائیں اور یہ سچے خواب بھی نبوت کے ستر یا چالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہیں۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا کہ کوئی انسان اچھے عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی ستائش کرتے ہیں تو گویا یہ مومن کے لئے دنیا ہی میں جنت کی بشارت ہے اور یہ انچاس اجزاء نبوت میں سے ایک جز ہے پس جو اچھے خواب دیکھے تو وہ لوگوں کے سامنے بیان کر دیا کرے اور جو برے خواب دیکھے تو یہ شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ وہ انھیں غم زدہ کرنے کے لئے ایسا کرتا ہے تو چاہیے کہ تین دفعہ اپنی بائیں طرف تھوک دے اور خدا کی تکبیر پڑھ لے اور کسی سے بیان نہ کرے۔ ایک دوسری جگہ چھیالیس اجزائے نبوت میں سے ایک قرار دیا ہے ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رویائے حسنہ اللہ تعالیٰ کی بشارت ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مومن کے مرنے کے وقت ملائکہ اس کو جنت اور مغفرت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا الخ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے پھر مرتے دم تک اس پر قایم بھی رہے تو اس پر فرشتے نازل ہوں گے اور کہیں گے نہ خوف کرو نہ غمگین ہو۔ تم کو اس جنت کی خوشخبری ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے دنیا اور آخرت میں ہم تمہارے والی ہیں تم جو چاہتے ہو تم کو مل گیا یہ خدائے رحیم کی طرف سے تمھیں تحفہ ہے۔ حدیث براء میں ہے کہ جب مومن کی فوت کا وقت ہوتا ہے تو روشن چہرے والے اور سفید لباس والے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے پاک روح راحت و ریحان کی طرف چل۔ خدا تجھ سے ناراض نہیں تو یہ روح اس کے منھ سے اس طرح نکل پڑے گی۔ جیسے مشک کے منھ سے پانی نکل پڑتا ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ قیامت کی دہشت ان کو گھبرانہ دے گی فرشتے ان سے کہیں گے کہ یہ وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ تھا اس دن مومنین کے سامنے نور چل رہا ہوگا سامنے بھی اور سیدھی طرف بھی۔ آج تمھیں بشارت ہے جنت کی جس کے نیچے ہمیشہ بہنے والی نہریں چل رہی ہیں۔ یہ بڑی زبردست کامیابی ہے ۔۔۔

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا

اور آپ کو ان کی باتیں غم میں نہ ڈالیں۔ تمام تر غلبہ خدا ہی کیلئے ہے

هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ

وہ سنتا جانتا ہے۔ یاد رکھو کہ جتنے کچھ آسمانوں میں ہیں

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ

اور جتنے زمین میں ہیں سب اللہ ہی کے ہیں اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر

الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ شُرَكَآءَ

دوسرے شرکاء کی عبادت کر رہے ہیں کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں۔

إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا

محض بے سند خیال کا اتباع کر رہے ہیں اور محض قیاسی باتیں

يَخْرُصُونَ ۝ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ

کر رہے ہیں۔ وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم

لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

اس میں آرام کرو اور دن بھی اس طور پر بنایا کہ دیکھنے بھالنے کا ذریعہ ہے اس میں

لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٧﴾ ع ۱۰ ۱۲

دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں ٭٭

اللہ پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے کہ مشرکین کا یہ قول تم کو رنجیدہ نہ کرے۔ تم ان پر غالب آنے کے لئے اللہ سے مدد مانگو اسی پر بھروسہ کرو وہ ہر طرح کی عزت اور غلبہ اور خدا کے رسول اور مومنین کے لئے ہے وہ اپنے بندوں کی باتوں کو سنتا ہے ان کے احوال کو جانتا ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے لئے ہے مشرکین جو اصنام کی عبادت کرتے ہیں وہ اصنام نہ ضرر پر قادر ہیں نہ نفع پر نہ ان مشرکین کے پاس کوئی معقول دلیل ہے۔ وہ تو جھوٹ اور اٹکل اور قیاس آرائیوں کی پیروی کر رہے ہیں پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لئے رات بنائی تاکہ دن بھر کی تکان سے سکون و راحت حاصل کریں اور ان کو حصولِ معاش کی خاطر روشن دن بنایا وہ دن میں سفر کرتے ہیں اور روشنی کے اندر ان کے دیگر مصالح ہیں ان دلائل کو سن کر عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے ان آیتوں میں نشانیاں ہیں اور وہ عظمتِ خالق پر دلیل لاتے ہیں ٭٭٭

قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۖ هُوَ الْغَنِيُّ ۖ

وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ وہ تو کسی کا محتاج نہیں

لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنْ

اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ تمہارے

عِندَكُم مِّن سُلْطَانٍ بِهَٰذَا ۚ أَتَقُولُونَ عَلَى

پاس اس پر کوئی دلیل نہیں۔ کیا اللہ کے ذمہ ایسی بات

اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ قُلْ إِنَّ الَّذِينَ

لگاتے ہو جس کا تم علم نہیں رکھتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ پر

يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾

جھوٹ افترا کرتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔

مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ

یہ دنیا میں تھوڑا سا عیش ہے۔ پھر ہمارے پاس ان کو آنا ہے۔ پھر

الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٧٠﴾

ہم ان کو ان کے کفر کے بدلے سزائے سخت چکھادیں گے ٭٭

اس میں تردید ہے ان لوگوں کی جو اس کے قائل ہیں کہ نعوذ باللہ خدا کے بھی کوئی لڑکا ہے۔ وہ تو پاک ہے خدا ہے وہ اولاد تو کیا ہر چیز سے بے نیاز ہے اور ہر موجود چیز اس کے کرم کی محتاج ہے۔ زمین اور آسمان اور مافیہا میں سب اسی کا ہے پھر وہ اپنے مملوک اور اپنے عبد ہی کو اپنا بیٹا بھلا کیسے بنائے گا۔ اے مومنو! تمہارے پاس تو یہ دلیل ہے لیکن ان کے پاس اپنے کذب و بہتان کی کوئی دلیل نہیں۔ اے تم جانتے کچھ بھی نہیں اور دعوی کر بیٹھتے ہو۔ یہ مشرکین کو زبردست تنبیہ ہے یہ کافر کہتے ہیں کہ خدا کے بھی ایک بیٹا پیدا ہوا ہے یہ ایسی زبردست گستاخی ہے کہ اس کو سن کر آسمان پھٹ پڑے زمین شق ہو جائے پہاڑ گر پڑیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ خدا کو بھلا یہ کہاں سزاوار ہے کہ اس کے بھی کوئی بیٹا ہو۔ زمین و آسمان کی ہر چیز تو خدا کی مملوک اور اسی کی عبد ہے۔ سب اس کے شمار میں ہیں وہ ان کی گنتی جانتا ہے ہر ایک قیامت کے روز انفرادی طور پر اس کے پاس

حاضر ہوگا۔ پھر ان بہتان لگانے والے کافروں کو اللہ پاک دھمکی دیتا ہے کہ یہ دین اور دنیا میں کہیں بھی فلاح نہ پائیں گے لیکن دنیا میں انھیں جو کچھ مل رہا ہے وہ ان کے لئے عذاب کا پیش خیمہ ہے اور انکو لئے ڈھیل ہے تاکہ چندے اور دنیا کی متاعِ قلیل سے مستفید ہو جائیں پھر تو انھیں زبردست عذاب سے متصادم ہونا ہی پڑیگا یہ دنیا تو ان کے لئے چند روزہ زندگی کی راحت ہے۔ پھر ہماری طرف لوٹنا ہوگا ہی۔ وہاں ہم انھیں عذابِ شدید کا مزہ چکھائینگے یہ اُن کے کذب و افترا اور کفر کے سبب سے ہوگا ❊ ❊ ❊ ❊

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ

اور آپ انکو نوح کا قصہ پڑھکر سنایئے جبکہ انھوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم

إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي

اگر تم کو میرا رہنا اور احکام خداوندی کی نصیحت کرنا۔ بھاری معلوم ہوتا ہے

بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ

تو میرا تو خدا ہی پر بھروسہ ہے تم اپنی تدبیر مع اپنے شرکاء

وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً

کے پختہ کرلو۔ پھر تمہاری وہ تدبیر تمھاری گھٹن کا باعث نہ ہونا چاہئے

ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ ﴿۷۱﴾ فَإِنْ

پھر میرے ساتھ کرگزرو اور مجھ کو مہلت نہ دو۔ پھر بھی اگر تم

تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ

اعراض ہی کئے جاؤ تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا میرا معاوضہ

إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ

تو صرف اللہ ہی کے ذمہ ہے اور مجھکو حکم کیا گیا ہے کہ میں اطاعت کرنے

الْمُسْلِمِينَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ

والوں میں سے رہوں۔ سو وہ لوگ انکو جھٹلاتے رہے پس ہم نے انکو اور جو

مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ

ان کیساتھ کشتی میں تھے انکو نجات دی اور انکو آباد کیا اور جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ○

تھا انکو غرق کردیا۔ سو دیکھنا چاہیئے کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ڈرائے جاچکے تھے

اے نبی صلعم! کفار مکہ کو جنھوں نے تمھیں جھٹلایا ہے اور تمھاری مخالفت کی ہے، نوح ؑ کے اور نوح کی قوم کے واقعات سُنا جس نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی تو اللہ نے کس طرح ان کو ہلاک کردیا اور ان کے بعد دوسری قوم کو کس طرح غرق آب کردیا۔ تاکہ متقدمین کے افسوسناک نتیجہ کو دیکھ کر یہ ہوشیار ہوجائیں کہ کہیں انھیں بھی ہلاکت سے سامنا نہ ہو وہ واقعات یہ ہیں کہ نوح ؑ نے جب اپنی قوم سے کہا کہ اگر ایسا ہی تم کو میرا تمہارے درمیان رہنا اور تمھیں راہِ راست پر لانے کے لئے نصیحتیں کرنا گراں گذرتا ہے تو خیر مجھے بھی پروا نہیں میرا بھروسہ تو خدا پر ہے تمھیں گراں گذرے یا نہ گذرے میں تو تبلیغ سے باز نہیں آسکتا۔ اچھا تم اور تمھارے شرکاء یعنی اصنام و اوثان جن کی تم خدا کی بجائے پرستش کرتے ہو، سب یک دل ہوجاؤ اور اپنی کوششوں میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو اور ہر طرح سے اپنے کو مضبوط بنالو۔ اگر تم کو یہی گمان ہے کہ تم حق پر ہو تو میرے بارے میں اپنا فیصلہ نافذ کردو اور مجھے ایک گھنٹے بھر کی مہلت نہ دو۔ جس قدر کرسکتے ہو کر گذرو۔ مجھے نہ تمھاری پروا ہے نہ تم سے خوف ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تمھارے قیاس کی بنیاد تو کچھ ہے ہی نہیں ❊ ❊ ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے ایسا ہی کہا تھا کہ میں بھی خدا کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ تم خدا کو چھوڑ کر بتوں کو جو شریکِ خدا بناتے ہو۔ میں اس ذہنیت سے بالکل بری ہوں اب چاہو تو تم سب میرے خلاف سازش کرلو اور مجھے دم بھر کی بھی مہلت نہ دو۔ میرا بھروسہ تو خدا پر ہے جو تمھارا بھی ہے اور میرا بھی ہے اب اگر تم نے تکذیب کی اور پیٹھ پھیر لی تو کیا مجھے تم سے کچھ ملنا تھا جس کے ضائع ہونے کا افسوس ہو میں جو تمہاری خیرخواہی کررہا ہوں اس پر کچھ تم سے اجرت تو نہیں مانگ رہا مجھے تو اجر

دینے والا خدا ہے مجھے تاکید ہے کہ سب سے پہلے میں ایمان لاؤں اور مجھ پر فرض ہے کہ اسلام کے احکام کی تعمیل کروں کیونکہ تمام انبیاء کا دین اسلام ہی تھا چاہے وہ ابتدائی ہوں یا آخری طریقہ کار اور مشرب جدا ہوجائے تو ہوجائے کچھ مضائقہ نہیں توحید کی تعلیم تو ایک ہی رہے گی۔ قولِ باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے ہر ایک کے لئے ایک ایک شریعت الگ الگ قانون اور جدا جدا راستہ بنایا ہے۔ یہ نوح ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے ایمان لاؤں :: ابراہیم خلیل اللہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جب ان کے رب نے ان سے کہا کہ ایمان لاؤ تو فوراً بول اٹھے کہ میں ایمان لایا۔ ابراہیم نے اپنے بیٹوں پوتوں اسمٰعیل اور یعقوبؑ کو بھی نصیحت کر رکھی تھی کہ اے میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین اسلام کو انتخاب کیا ہے اس لئے اسلام کو اختیار کر رکھو قبل اس کے کہ تمہیں موت آجائے :: یوسف علیہ السلام نے بھی کہا تھا کہ اے خدا تو نے مجھے بادشاہت عطا فرمائی اور بات کی توجیہہ و تاویل کی تعلیم دی زمین اور آسمان کو پیدا کرنے والا تو ہی ہے۔ دنیا اور آخرت میں میرا والی ہے۔ میں مروں تو اسلام پر قائم رہ کر مروں اور مجھے صالحین کے گروہ میں شامل رکھ :: موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ اے لوگو! اگر تم مسلمان ہو تو خدا ہی پر بھروسہ رکھو اور اسی پر ایمان لاؤ۔ موسیٰؑ کے جادوگروں نے کہا کہ یارب ہم کو ثابت قدم رکھ اور اسلام کی موت دے۔ بلقیس نے کہا تھا کہ الٰہی میں حدود سے آگے بڑھ گئی تھی۔ میں اسلام لاتی ہوں اور اسلام کا دین اختیار کرتی ہوں :: اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ ہم نے جو تورات نازل کی ہے وہ سراسر ہدایت اور نور ہے مسلمانوں پر نبی اسی کے ذریعہ حکم قائم کرتے ہیں اور ارشادِ باری ہے کہ حوارئین عیسیٰ کی طرف ہم نے القاء کیا تھا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ تو انھوں نے کہا کہ ہم ایمان لاتے اور اے خدا تو ہی گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں :: خاتم الرسل سیّد البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نماز اور میری عبادت میری زندگی اور میری موت

سب اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں میں اسی کے حکم کا مامور ہوں اور پہلے میں ہی اسلام لاتا ہوں۔ چنانچہ حضرتؐ نے فرمایا کہ ہم انبیاء کے گروہ گویا علاتی بھائی ہیں کہ باپ سب کا ایک ہے اور مائیں جدا جدا۔ یعنی دین ہم سب کا ایک ہے اور وہ خدائے واحد کی عبادت ہے چاہے سب کی شریعتیں الگ الگ ہوں، پھر فرماتا ہے۔ ہم نے نوحؑ کو اور ان کے دین پر چلنے والوں کو کشتی میں بٹھا کر نجات دیدی اور ان کو زمین پر بحیثیت خلیفہ قرار دیا۔ اور جنھوں نے ہماری باتوں کو جھٹلا دیا تھا ان کو غرق کر دیا۔ دیکھو ان بدنصیبوں کا کیسا برا حشر ہوا (اے محمدؐ) دیکھو ہم نے مومنین کو کیسی نجات دی اور نہ ماننے والوں کو کیسا ہلاک کر دیا ::

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ

پھر نوحؑ کے بعد ہم نے اور رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا۔ سو وہ اُن کے پاس معجزات

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا

لیکر آئے پس جس چیز کو انھوں نے اول میں جھوٹا کہدیا یہ نہ ہوا کہ پھر ان کو مان

بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ (74)

لیتے اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے نوح کے بعد دوسرے رسولوں کو بھی اُن کی اپنی قوموں کی طرف بیّنات و دلائل اور معجزے دیکر بھیجا لیکن جس طرح تکذیب کر چکے تھے اسی پر قائم رہے اور سابقہ رسولوں کی تکذیب کے گنہگار تو تھے ہی اب ان رسولوں پر بھی ایمان نہ لاتے۔ جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ ہم ان کے دلوں اور نگاہوں سے سمجھنے اور دیکھنے کی صلاحیت ہی نکال دیتے ہیں اور ان سرکشوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ یعنی جیسا کہ سابقہ امتوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی تھی۔ تو ہم نے اُن کے دلوں پر مُہر کر دی تھی اسی طرح ان گمراہوں کی پیروی کرنیوالوں کے دلوں پر بھی مُہر کر دی۔ چنانچہ جب تک وہ دردناک عذاب سے دوچار نہ ہوں گے۔ یقین نہ کریں گے۔ مطلب یہ کہ تکذیب

رسُل کرنے والی امتوں کو اللہ نے ہلاک کر دیا اور جو رسولوں پر ایمان لائے انھیں نجات عطا فرمائی۔ یہ نوح عہ کے بعد کے لوگوں کا ذکر ہے ورنہ آدم علیہ السلام کے زمانے کے بعد کے لوگ تو اسلام پر قائم تھے۔ لیکن بعد میں ان کے اندر عبادتِ اصنام کا چلن جڑ پکڑ گیا۔ اسی لئے اللہ نے ان کی طرف نوح علیہ السلام کو بھیجا۔ اسی لئے تو قیامت کے روز مومنین نوح علیہ السلام کو کہیں گے کہ آپ پہلے پیغمبر ہیں جو دنیا میں بھیجے گئے ہیں ابن عباس سے روایت ہے کہ آدم عہ اور نوح عہ کے درمیان دس صدیاں گزری تھیں یہ سب مذہب اسلام پر قائم تھے۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے کہ نوح عہ کے بعد کتنے ہی زمانے ہم نے ختم کر دیئے آیت متذکرہ بالا کے ذریعہ مشرکین عرب کو ڈرایا گیا ہے۔ جو خاتم الرسل کی تکذیب کر رہے تھے کہ جب کہ سابقہ پیغمبروں کو جھٹلانے پر عذاب ونکال کا اللہ نے اس قدر ذکر کیا ہے تو قریش کو تکذیب رسل پر غور کرنا چاہئے کہ وہ تو ان سے بھی بڑھ گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں کہ یہ تو خاتم الانبیاء ہیں اب پھر نہ کوئی نبی آئے گا نہ انھیں ہدایت کا کوئی دوسرا موقع ملے گا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى

پھر ان پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰ و ہارون کو فرعون

فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَ

اور اس کے سرداروں کے پاس اپنے معجزات دے کر بھیجا سو انھوں نے تکبر کیا

كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهُمُ

اور وہ لوگ جرائم کے خوگر تھے　پھر جب ان کو ہمارے پاس

الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ

سے صحیح دلیل پہنچی تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یقیناً یہ صریح جادو ہے۔

مُّبِيْنٌ ۝ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا

موسیٰ نے فرمایا کیا تم اس صحیح دلیل کی نسبت جبکہ وہ تمہارے پاس پہنچی

جَآءَكُمْ اَسِحْرٌ هٰذَا ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ (۷۷)

ایسی بات کہتے ہو، کیا یہ جادو ہے حالانکہ جادوگر کامیاب نہیں ہوا کرتے

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

وہ لوگ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اسلئے آئے ہو کہ ہمکو اس طریقہ سے ہٹا دو جس پر ہم نے

اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ

اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے اور تم دونوں کو دنیا میں ریاست مل جائے

وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ (۷۸)

اور ہم تم دونوں کو کبھی نہ مانیں گے:۔

پھر ان رسولوں کے بعد ہم نے فرعون اور اس کی جماعت کی طرف موسیٰ اور ہارون کو بھیجا اور اپنی نشانیاں اور دلائل و براہین بھی ساتھ دیئے۔ لیکن اتباعِ حق اور انقیادِ طاعت سے اس مجرم قوم نے انکار کر دیا اور جب انکے پاس ہماری طرف سے امرِ حق آپہنچا تو بلا تامل کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے گویا کہ انھوں نے اپنی سرکشی پر قسم ہی کھا رکھی تھی حالانکہ انھیں یقین تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں فی الواقع جھوٹ اور بہتان ہے جیسا کہ خود اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ انکار تو کر رہے ہیں لیکن ان کے دل خود یقین رکھتے کہ یہ ہمارا ظلم اور سرکشی ہے۔ غرض موسیٰ عہ نے تردیداً کہا کہ حق بات تمہارے سامنے آتی ہے تو کہہ اٹھتے ہو کہ یہ جادو ہے۔ حالانکہ جادوگر تو کبھی خیر و فلاح کا منھ نہیں دیکھ سکتے۔ وہ منکرین کہتے ہیں کہ اے موسیٰ کیا تم اسی لئے ہمارے پاس آئے ہو کہ ہمارے باپ دادا کے دین سے ہمیں پھیر دو اور پھر ساری عظمت و ریاست غلبہ سطوت سب تمہارے بھائی ہارون کے لئے ہو جائے ہم تو کبھی تم کو ماننے والے نہیں :۔ اللہ پاک نے اپنی کتاب عزیز میں موسیٰ عہ اور فرعون کے قصہ کو متعدد بار ذکر فرمایا ہے کیونکہ وہ عجیب تر قصہ ہے فرعون پہلے ہی سے موسیٰ سے برحذر رہتا تھا۔ لیکن قدرت کے کھیل دیکھو کہ جس سے

فرعون اتنا خوفزدہ تھا، اللہ پاک نے اسی کو فرعون کے پاس پالا پوسا اور شہزادوں کی طرح آپ اس کے گھر پرورش پاتے رہے، پھر ایک انقلاب آیا اور ایک ایسا سبب پیدا ہو گیا، کہ آپ فرعون کے پاس سے نکل کھڑے ہوتے اور اللہ نے نبوت و رسالت اور کلام بالمشافہ سے آپ کو سرفراز فرمایا پھر اسی فرعون کی طرف بھیجا کہ جاؤ اُسے دعوتِ اسلام دو کہ وہ ہماری طرف رجوع کرے اور بے دینی کے بجائے ہمارے دین پر چلے حالانکہ جو عظمت و سطوت کہ فرعون کو حاصل تھی سو تھی۔ چنانچہ آپ خدا کا پیغام لے کر آتے ہیں ۸ ع ۱۲ ۱۳
اور آپ کے بھائی ہارون علیہ السلام کے سوا اور کوئی آپکا مددگار نہیں لیکن فرعون نے سرکشی کی غرور کیا۔ اس میں حمیت بے جا پیدا ہو گئی، اس کا نفسِ خبیثہ جاگ اُٹھا وہ موسیٰ عہ سے رُوگرداں ہو گیا اور وہ دعویٰ کر بیٹھا جس کا اس کو کوئی حق نہ تھا۔ بغاوت سرکشی کی بنی اسرائیل کے مومنین کی اہانت کی۔ ایسے نازک موقف پر بھی فرعون کی دستبرد سے موسیٰ اور ہارون محفوظ رہتے ہیں اللہ ان کو اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے اور یکے بعد دیگرے موسیٰ کے ساتھ مجادلہ اور نوک جھونک ہوتی رہتی ہے اور موسیٰ عہ ایسی ایسی نشانیاں اور معجزات پیش کرتے ہیں کہ عقلیں حیران رہ جاتی ہیں اور ماننا پڑتا ہے کہ خدا کی طرف سے تائید یافتہ کے سوا کوئی ایسے دلائل نہیں پیش کر سکتا۔ ایک نشانی سے بڑھ کر دوسری نشانی پیش کی جاتی لیکن فرعون اور اس کی جماعت بھی قسم کھا بیٹھی تھی کہ نہ مانیں گے حتیٰ کہ جب عذاب آیا تو ایسا آیا کہ کوئی اس کو رد ہی نہ کر سکتا تھا چنانچہ ایک دن وہ سب غرق کر دیئے گئے اور اس ظالم قوم کا استیصال ہو گیا ❊ ❊ ❊

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا

اور فرعون نے کہا کہ میرے پاس تمام ماہر جادوگروں کو حاضر کرو۔ سو جب

جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ

وہ آئے موسیٰ نے اُن سے فرمایا　　کہ ڈالو جو کچھ تم کو

مُلْقُونَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُمْ

ڈالنا ہے۔　　سو جب انھوں نے ڈالا تو موسیٰ نے فرمایا کہ یہ جو کچھ تم

بِهِ السِّحْرُ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ

لائے ہو جادو ہے۔ یقینی بات ہے کہ اللہ اسکو ابھی درہم برہم کئے دیتا ہے اللہ تعالیٰ

لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ

ایسے فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا۔　اور اللہ تعالیٰ دلیل صحیح کو

اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿۸۲﴾

اپنے وعدوں کے موافق ثابت کر دیتا ہے گو مجرم لوگ کیسا ہی ناگوار سمجھیں

اللہ پاک نے جادوگروں اور حضرتِ موسیٰ عہ کے قصے کا ذکر سورۃ اعراف میں فرمایا ہے اور وہاں اس قصہ پر روشنی ڈالی جا چکی ہے اور اس سورت اور سورۃ طٰہٰ اور سورۃ شعراء میں بھی ذکر ہے کہ فرعون نے ارادہ کیا کہ موسیٰ کے حق مبین کا معارضہ جادوگروں کے خرافات اور شعبدوں سے کرے، لیکن اُس کی آستیں اُسی کے گلے پڑیں وہ مقصد میں ناکام رہ گیا اور محفلِ عام میں براہین الٰہیہ غالب آ گئے اور سب جادوگر سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہم تو رب العالمین پر ایمان لے آئے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے فرعون کا تو گمان تھا کہ وہ جادوگروں سے مدد لے کر خدا کے رسول پر غالب آئے گا لیکن ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور مستوجب دوزخ ہو گیا فرعون نے حکم دیا تھا کہ ہر گوشۂ ملک سے ساحر جمع کئے جائیں ان ساحروں سے موسیٰ عہ نے کہا۔ اپنا عمل کرو جو کرنا چاہتے ہو اور یہ اس لئے کہا کہ فرعون نے ان سے وعدہ کر رکھا تھا کہ غالب آ جاؤ گے تو تم میرے مقرب ہو گے اور تمہیں بڑا انعام و اکرام دیا جائے گا۔ ساحروں نے کہا کہ موسیٰ تم پہلے اپنا کرتب دکھاؤ گے کہ ہم پہلے دکھائیں۔ موسیٰ نے کہا تمہیں پہل کرو، اس غرض سے کہا کہ لوگ دیکھ سکیں کہ جادوگر کیا چیز پیش کرتے ہیں۔ پھر ایسے

بعد حق سامنے آئے اور باطل کی سرکوبی کرے۔ جب جادوگروں نے اپنی رسیاں ڈال دیں اور لوگوں کی آنکھوں پر جادو چلا دیا رسیاں سانپ بن گئیں لوگ خوفزدہ ہو گئے بڑا زبردست جادو پیش کیا موسیٰ بھی خوفزدہ ہو گئے۔ ہم نے کہا کہ موسیٰ ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے اپنے ہاتھ کا عصا بھی میدان میں پھینک دو! وہ اژدہا بن کر ان کے سانپوں کو نگل جائے گا ساحروں کا یہ کرتب جادو کا کھیل ہے اور جادوگر تو کسی صورت کامیاب نہیں ہوسکتا ایسے میں موسیٰ نے ان سے کہا کہ یہ تمہارا کھیل تو جادو کا کھیل ہے اللہ تعالیٰ اسے باطل کر کے رہیگا مفسدین کے عمل کامیاب نہیں ہو سکتے اللہ حق کو ثابت کر کے رہیگا خواہ گنہگاروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ ابن ابی سلیم سے روایت ہے کہ یہ آیتیں بحکم خدا سحر سے شفا کا کام دیں گی اس آیت کو پڑھ کر پانی پر پھونکو پھر مسحور کے سر پر انڈیل دو یہ سورۃ یونس کی آیت ہے وہ یہ ہے فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰی الی آخرہ کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ۔ دوسری آیت ہے فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ الخ اور اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ٭ ٭ ٭

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ

پس موسیٰ پر ان کی قوم میں سے صرف قدر قلیل آدمی ایمان لائے وہ

عَلٰی خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ

بھی فرعون سے اور اپنے حکام سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں

يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ

انکو تکلیف پہنچاتے۔ اور واقع میں فرعون اس ملک میں زور رکھتا تھا

وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٨٣﴾

اور یہ بھی بات تھی کہ وہ حد سے باہر ہو جاتا تھا۔

اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ موسیٰ ؑ نے آیات بینات جو پیش کیں تو فرعون کی قوم اور اس کے ذریات میں سے بہت ہی تھوڑے ایمان لائے۔ ایمان لانے والے نوجوانوں اور اس کے افرادِ قوم کو یہ خوف تھا کہ جبراً وہ پھر حالت کفر پر لوٹا دیئے جائیں گے۔ کیونکہ فرعون بڑا، عیار، سرکش تھا، اس کی شوکت و دبدبہ بہت بڑھا ہوا تھا اس کی قوم اس سے بہت ڈرتی تھی غیر بنی اسرائیل میں سے صرف فرعون کی عورت اور آلِ فرعون سے ایک اور شخص، پھر فرعون کا خازن اور اس کی بیوی بس یہی قلیل جماعت تھی جو ایمان لے آئی تھی ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سے موسیٰ ؑ کی قوم بنی اسرائیل مراد ہے مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ذُرِّيَّةٌ سے ان لوگوں کی اولاد مراد ہے جن کی طرف موسیٰ ؑ بھیجے گئے تھے اور جو بہت عرصے پہلے اس اولاد کو چھوڑ کر مر گئے تھے ابن جریرؒ ذُرِّيَّةٌ کے بارے میں مجاہدؒ کا قول پسند کرتے ہیں کہ وہ قوم فرعون سے نہیں بلکہ بنی اسرائیل سے تھے کیونکہ ضمیر جب کبھی راجع ہوتی ہے تو قریب تر کی طرف راجع ہوتی ہے اور یہاں قریب تر موسیٰ کا لفظ ہے نہ کہ فرعون کا۔ اور یہ غور طلب بات ہے اس لئے کہ ذُرِّيَّةٌ سے مراد نوجوان لوگ ہیں اور وہ بنی اسرائیل میں سے تھے اور مشہور ہے کہ بنی اسرائیل تو سب موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے اور انھیں بشارت دی جا چکی تھی اور وہ موسیٰ ؑ کے صفات سے خوب واقف ہو چکے تھے اور انھیں بشارت کتب مقدسہ سے مل چکی تھی کہ اللہ تعالیٰ انھیں فرعون کی قید سے نجات دے گا اور فرعون پر غالب بنائے گا اور اسی لئے جب فرعون کو یہ بات معلوم ہوتی تو بہت محتاط رہنے لگا اور جب موسیٰ مبلغ ہو کر فرعون کے پاس آئے تو فرعون بنی اسرائیل کو بہت تکلیفیں پہنچانے لگا۔ اب وہ کہنے لگے کہ موسیٰ! تمہارے آنے سے پہلے بھی ہم ستائے جا رہے تھے اور تمہارے آنے کے بعد بھی ستائے جا رہے ہیں۔ موسیٰ نے کہا ذرا صبر کرو خدا قریب تر عرصے میں تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیگا اور اس کا جانشین تمھیں بنا دے گا اور دیکھے گا کہ اب تم خود کیسا عمل کرتے ہو اور جب یہ بات ہے تو ذُرِّيَّةٌ سے پھر قوم موسیٰ ہی

یعنی بنی اسرائیل کے سوا اور کیا مُراد ہو سکتی ہے۔ بنی اسرائیل کو فرعون اور پھر اپنی جماعت سے خوف تھا کہ وہ پھر انھیں کافر بنالیں گے اور بنی اسرائیل میں قارون کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جس سے وہ ڈرتے، کیونکہ قارون موسیٰ ع کی قوم میں سے تھا لیکن باغی تھا فرعون سے ملا ہوا تھا۔ یہاں مَلَائِهِمْ کی ضمیر بنی اسرائیل کی طرف گئی ہے۔ لیکن جو یہ کہتے ہیں کہ یہ ضمیر فرعون اور عمائد فرعون کی طرف جاتی ہے کیونکہ اس کے عمائد بھی اس کے متبعین میں سے تھے یا یہ کہ فرعون سے پہلے آل کا لفظ محذوف سمجھا جاتے، اس لئے جمع کی ضمیر ہے، اور مضاف کی جگہ مضاف الیہ رکھ دیا گیا ہے۔ یعنی آل کی جگہ فرعون رکھ دیا گیا ہے سو یہ بعید از قیاس بات ہے اگرچہ ابن جریر نے یہ دونوں باتیں لکھی ہیں یہ سب بیان اس پر دلالت کرتا ہے کہ بنی اسرائیل میں سب مومن تھے ٭ ٭ ٭

وَقَالَ مُوسٰى يٰقَوْمِ إِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ

اور موسیٰ نے فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان

بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾

رکھتے ہو تو اسی پر توکل کرو اگر تم اطاعت کرنے والے ہو۔

فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً

انھوں نے عرض کیا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا اے ہمارے پروردگار ہمکو ان

لِلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ

ظالموں کا تختۂ مشق نہ بنا۔ اور ہم کو اپنی رحمت کا صدقہ ان

الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾

کافر لوگوں سے نجات دے ٭

اللہ پاک فرماتا ہے کہ موسیٰ ع نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اگر تم اللہ پر ایمان ہی رکھتے ہو تو اسی پر بھروسہ کر بیٹھو، اللہ بھروسہ کرنے والوں کا کفیل ہوجاتا ہے اور اکثر دفعہ عبادت اور توکل کو ملا کر کہا گیا ہے فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ۔ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا وغیرہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا ہے کہ ہر نماز میں متعدد بار کہو کہ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ چنانچہ بنی اسرائیل حکم بجالاتے اور کہا کہ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ ہم تو اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اے خدا ہم کو ان ظالموں کا زیرِ مشق ستم نہ بنا ہم پر انھیں کامیاب نہ کر ورنہ وہ یہ گمان کریں گے کہ ہمیں حق پر ہیں اور یہ بنی اسرائیل باطل پر ہیں۔ چنانچہ اور زیادہ ہم پر ستم توڑیں گے۔ آلِ فرعون کے ہاتھوں ہمیں عذاب نہ دے اور نہ اپنے عذاب میں مبتلا کر ورنہ فرعون کی قوم کہے گی کہ اگر یہ لوگ حق پر ہوتے تو مبتلائے عذاب نہ ہوتے اور ہم اُن پر غالب نہ آتے اور ہمیں اپنی رحمت اور احسان سے اے خدا اس کافر قوم سے نجات بخش! یہ کافر ہیں اور ہم مومن ہیں اور تجھی پر بھروسہ رکھتے ہیں ٭ ٭ ٭

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ

اور ہم نے موسیٰ اور انکے بھائی کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنے ان لوگوں

لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ

کیلئے مصر میں گھر برقرار رکھو اور تم سب اپنے انھیں گھروں کو نماز پڑھنے

قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾

کی جگہ قرار دے لو اور نماز کے پابند رہو۔ اور آپ مسلمانوں کو بشارت دیدیں

اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دینے کے سبب کو بیان کرتا ہے کہ موسیٰ اور ہارون کو ہم نے حکم دیا کہ تم اپنی قوم کو لے کر مصر میں جا بسو۔ وَاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس سے مُراد یہ ہے کہ تم اپنے گھروں ہی کو مسجدیں بنالو اور ابراہیم کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل خوفزدہ تھے اس لئے حکم دیا گیا کہ گھروں ہی میں نماز پڑھا کرو اور اس حکم کی حیثیت بالکل ایسی ہے کہ جب فرعون اور قوم فرعون کی طرف سے گرفت بہت بڑھ گئی تو کثرتِ صلوٰۃ کا حکم دیا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ حدیث میں

ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی جب کسی وقت بہت گھبرا اٹھتے تو نماز سے مدد حاصل کرتے اسی لئے اس آیت میں ہے کہ گھروں ہی کو مسجدیں سمجھ کر نمازیں پڑھنے لگو اور مومنین کو ثواب اور نصرتِ قریب کی بشارت دو۔ ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہم فرعونیوں کے سامنے کھلے بندوں نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں تو اللہ نے حکم دیا کہ اچھا گھروں ہی میں پڑھ لو۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو فرعون سے خوف تھا کہ مسجد میں نماز پڑھیں گے تو قتل کر دیئے جائیں گے۔ اس لئے کہا گیا کہ اچھا چھپ کر گھروں میں پڑھ لو اور گھروں کو آمنے سامنے بناتے رکھو ٭ ٭ ٭

وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ

اور موسیٰ نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب آپ نے فرعون کو اور اس کے

مَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

سرداروں کو سامان تجمل اور طرح طرح کے مال دنیوی زندگی میں اے ہمارے رب اسی

رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ

واسطے دیئے ہیں کہ وہ آپ کی راہ سے گمراہ کریں اے ہمارے رب ان کے مالوں کو

عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا

نیست نابود کر دیجئے اور انکے دلوں کو سخت کر دیجئے سو یہ ایمان نہ لانے پائیں

حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٨٨﴾ قَالَ قَدْ

یہاں تک کہ یہ عذاب الیم کو دیکھ لیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم

أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَانِّ

دونوں کی دعا قبول کر لی گئی سو تم مستقیم رہو اور ان لوگوں کی

سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾

راہ نہ چلنا　جن کو　علم　نہیں ٭

اللہ پاک خبر دے رہا ہے کہ جب فرعون اور اس کی جماعت نے قبولِ حق سے انکار کیا اور اپنی گمراہی و کفر پر قائم رہے ظلم و سرکشی اختیار کی تو موسیٰؑ نے خدا سے کہا کہ یارب تو نے فرعون اور اس کے لوگوں کو زینتِ دنیا

اور اموالِ کثیر اس دنیا میں دے رکھا ہے اس سے تو وہ اور بھٹک جائیں گے یا دوسروں کو بھٹکانے لگیں گے لِيَضِلُّوا فتح یا کے ساتھ یہ معنی ہوئے کہ تو نے انھیں یہ نعمتیں دیں حالانکہ تو جانتا ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے یہ تو ان پر سرفرازی ہوتی، دوسرا قول ہے لِيُضِلُّوا ضم یا کے ساتھ۔ یعنی تیرے عطیات کے سبب لوگ یہ خیال کریں گے کہ تیری ان پر جو سرفرازیاں ہیں وہ گویا اس بات کا ثبوت ہیں کہ تو انھیں دوست رکھتا ہے۔ جب ہی تو انھیں خوش حال رکھا ہے، یہ گویا سبیل ہوتی اس بات کی کہ ان کی وجہ سے لوگ بھٹکے اس لئے اے خدا ان کے اموال کو ہلاک کر دے۔ ضحاکؒ اور ابو العالیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ، چنانچہ اللہ نے ان کے اموال کو پتھر بنا دیا۔ وہ پتھر ویسے ہی منقوش بنے ہوئے قلب ماہیت پا گئے جس کیفیت میں کہ وہ اموال اپنی اصلی حالت میں تھے۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ ہمارے علم میں آیا ہے کہ ان کے اناج نے بھی پتھر کی شکل اختیار کر لی تھی اور شکر وغیرہ بھی پتھر کے ذرات کی شکل میں آگئی تھی۔ محمد بن کعب نے عمر بن عبد العزیز کے سامنے سورۂ یونس پڑھی اور جب اس آیت پر پہنچے رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ تو عمر نے کہا کہ اے ابو حمزہ طمس کا کیا مطلب ہے؟ تو ابو حمزہ نے کہا کہ ان کے مال و متاع پتھر بن گئے تھے۔ تو عمر بن عبد العزیز نے اپنے غلام سے کہا کہ، وہ پتھر دہ تھیلی لے آ۔ جب وہ تھیلی لے آیا تو اس میں چنے اور انڈے رکھے ہوتے تھے جو پتھر بنے ہوئے تھے و قولہ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ یعنی اے اللہ اُن کے دلوں پر مہر لگا دے کہ عذاب الیم دیکھنے تک ایمان ہی نہ لائیں۔ یہ دعا موسیٰ عؑ نے غضب میں آکر فرعون اور قومِ فرعون کے حق میں کی تھی۔ جن کے بارے میں موسیٰ عؑ کو یقین ہو چکا تھا کہ اب ان میں اصلاح کی صلاحیت ہی نہیں ہے اور اب کسی خیر کی اُن سے امید ہی باقی نہیں جیسا کہ نوح علیہ السلام نے کہا تھا کہ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا الخ اے خدا ان کافروں میں سے کسی باشندے کو نہ چھوڑ، اگر تو ان کو زندہ چھوڑے گا تو یہ تیرے

دوسرے بندوں کو بھی گمراہ کریں گے اور ان کی جتنی بھی اولاد ہوگی سب کافر ہی کافر پیدا ہوگی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ ع کی دعا قبول کرلی اور ان کے بھائی ہارونؑ نے اس پر آمین کہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم دونوں کی دعا قبول کی جاتی ہے اور آلِ فرعون ہلاک کئے جاتے ہیں اسی آیت سے اس بات پر دلیل لائی جاتی ہے کہ اگر مقتدی امام کی قرأت فاتحہ پر آمین کہے تو یہ مقتدی کے بھی خود قرآن پڑھنے کے بمنزلہ ہے اسی لئے موسیٰ نے دعا کی تھی اور ہارون نے آمین کہی تھی۔ فَاسْتَقِیْمَا جیسے کہ تمہاری دعا قبول کرلی گئی ہے اب تم بھی اسی طرح میرے حکم پر مستقیم رہو اور میرے احکام نافذ کرو، استقامت اسی کو کہتے ہیں کہا جاتا ہے کہ اس دعا کے چالیس سال بعد فرعون ہلاک ہوگیا اور بعض کہتے ہیں کہ چالیس دن بعد۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کردیا پھر ان کے پیچھے پیچھے فرعون

فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓي

مع اپنے لشکر کے ظلم اور زیادتی کے ارادہ سے چلا، یہاں تک کہ جب

اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ

ڈوبنے لگا تو کہنے لگا میں ایمان لاتا ہوں کہ بجز اس کے کہ جس پر

اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَاۗءِيْلَ وَاَنَا

بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں کوئی معبود نہیں اور میں

مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (۹۰) اٰۗلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ

مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں۔ جواب دیا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے اور پہلے سے

قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ (۹۱) فَالْيَوْمَ

سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا۔ سو آج

نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ

ہم تیری لاش کو نجات دیں گے تاکہ تو انکے لئے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد ہیں اور

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ (۹۲)

حقیقت یہ ہے کہ بہت آدمی ہماری عبرتوں سے غافل ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرعون اور لشکر فرعون کے غرق ہونے کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ بنی اسرائیل جب موسیٰ ع کے ساتھ مصر سے نکلے اور وہ چھ لاکھ سپاہی تھے۔ فرعون کی ایمان لاتی ہوئی ذریت کو چھوڑ کر بنی اسرائیل نے فرعون کی قوم والے قبطیوں سے کثیر تعداد میں زیور قرض مانگ لئے تھے اور لے کر نکل گئے چنانچہ فرعون کا غصہ اور بھی تیز ہوگیا۔ چنانچہ اس نے اپنے کارندوں کو اپنے ہر ملک سے لشکر جمع کرنے کو بھیجا اور ایک لشکرِ عظیم لے کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں چل پڑا اور خدا کا منشاء ہی یہی تھا چنانچہ اس کے ملک میں جتنے بھی صاحبانِ ثروت و دولت تھے کوئی شرکت سے باز نہ رہا سب ہی فرعون کے ساتھ ہوگئے صبح صبح کے وقت ان لوگوں نے بنی اسرائیل کو پالیا فریقین نے جب ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو اصحاب موسیٰ پکار اٹھے کہ "اے موسیٰ! اب تو ہم دھر لئے گئے" اور یہ اس وقت کی بات تھی جب کہ بنی اسرائیل دریا کے کنارے آپہنچے تھے اور فرعونی ابھی پیچھے تھے صورت اس کے سوا کوئی باقی نہیں رہی تھی کہ فریقین میں تصادم ہوجائے۔ موسیٰ ع سے لوگ بار بار پوچھنے لگے کہ اب کیا ہوگا، فرعونیوں سے کیسے بچیں گے آگے دریا پیچھے دشمن، موسیٰ ع کہتے تھے کہ مجھے تو یہی حکم ہے کہ دریا میں راستہ پیدا کریں ہم کبھی نہیں پکڑے جائیں گے میرا رب میرا قائد ہے۔ جب انتہائی مایوسی ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے یاس کو امید سے بدل دیا اور حکم فرمایا کہ دریا پر اپنا عصا مارو۔ موسیٰ ع نے عصا مارا۔ پانی کا ہر ٹکڑا ایک بلند پہاڑ تھا۔ دریا میں بارہ راستے بن گئے اور ہر گروہ کے لئے ایک ایک راستہ بن گیا۔ دریا کے اندر کی گیلی زمین کو خشک ہواؤں نے فوراً سکھا دیا اور راستہ گزرگاہ کے قابل ہوگیا۔ دریائی راستے سوکھ گئے۔ اب نہ گرفتار ہونے کا خوف تھا اور نہ کسی بات کا ڈر کہ ڈوب جائیں گے پانی کی دیواروں کے اندر دریچے سے بن گئے تھے تاکہ ہر راستے والے اپنے ساتھیوں کو ان دریچوں کے ذریعہ دیکھ سکیں اور مطمئن ہوسکیں کہ دوسرے ہلاک نہیں ہوگئے ہیں۔ اب بنی اسرائیل نے دریا کو طے کرلیا

جب آخری اسرائیلی بھی دریا پار ہو گیا تو فرعون کا لشکر دریا کے اس پار کنارے پہنچ چکا تھا، اس لشکر میں ایک لاکھ سوار تو صرف سیاہ گھوڑوں والے تھے۔ دوسرے رنگ کے گھوڑی کے سوار تھے اس سے لشکر فرعون کی کثرت کا اندازہ ہو سکتا ہے فرعون نے جب یہ ہیبت ناک سین دیکھا تو ڈر گیا اور واپس ہونے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن افسوس کہ اب نجات کا موقع جا چکا تھا تقدیر نافذ ہو چکی تھی، موسیٰ ع کی دُعا قبولیت حاصل کر لی تھی۔ جبریل ع ایک گھوڑی پر سوار تھے، فرعون کے گھوڑے کے پاس سے گذرے۔ گھوڑی کو دیکھ گھوڑا ہنہنا اٹھا۔ جبریل ع نے اپنی گھوڑی دریا میں ڈال دی گھوڑا بھی دریا میں کود پڑا، فرعون اس کو نہ تھام سکا مجبوراً دریا میں ہو گیا لیکن اس کو اپنی بہادری ثابت کرنے کے لئے اپنے ساتھی اُمرا کو للکارا کہ بنی اسرائیل ہم سے زیادہ دریا کے اندر داخل ہونے کے حقدار نہیں سب دریا میں کود پڑو راستہ بنا ہوا ہے چنانچہ اس کا لشکر دریا کے اندر سما گیا۔ میکائیل سب کے پیچھے تھے اور اس کے لشکر کو ہانک کر آگے بڑھا رہے تھے چنانچہ ایک بھی پیچھے نہ رہا۔ جب سب دریا داخل ہو گئے اور بنو اسرائیل سب دریا پار ہو گئے تو اللہ پاک نے دریا کو آپس میں جوڑ دیا۔ اب کوئی فرعونی بھی نہ بچ سکا موجیں بلند ہو رہی تھیں اور پست ہو رہی تھیں جزر و مد پیدا ہو گیا تھا۔ فرعون پر سکراتِ موت طاری تھی۔ اب وہ کہہ اٹھا کہ ہاں بنی اسرائیل کے خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں، میں ایمان لاتا ہوں۔ لیکن افسوس کہ وہ اُس وقت ایمان لایا جب کہ ایمان لانا کچھ بھی مفید نہ تھا۔ قول باری ہے کہ جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو بول اٹھے کہ ہم خدائے واحد پر ایمان لائے اور کفر و شرک سے باز آئے۔ لیکن ہمارا عذاب دیکھ چکنے کے بعد ایمان لانا نفع بخش نہیں اللہ کی یہی سُنت ہے کافر لوگ خسارے میں رہیں گے اسی لئے اللہ پاک نے فرعون کے جواب میں کہا کہ اب ایمان لاتا ہے اور اب تک نافرمان اور کافر بنا ہوا

تھا اور فتنے مچا رہا تھا اور لوگوں کو گمراہ کر رہا تھا وہ لوگ دوزخ میں لے جانے کے لئے دوسروں کے امام بنے ہوئے تھے اب ان کی ہرگز مدد نہیں کی جائے گی۔ اللہ نے فرعون کی بات کہ اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمائی یہ ان غیب کی باتوں میں سے تھی جس کی خبر صرف حضرت ہی کو ہو سکی اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب فرعون نے ایمان کا کلمہ زبان سے نکالا تو جبریل ع مجھ سے بیان کرتے ہیں کہ اے نبی اللہ میں نے دریا کا کیچڑ لے کر فرعون کے منہ میں دیا کہ اس بنا پر دریائے رحمت کو جوش نہ آ جائے۔ قولہ تعالیٰ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً اب ہم تیری روح کو نہیں تیرے جسم کو محفوظ کرتے ہیں تاکہ بعد والوں کے لئے وہ عبرت بن جائے۔ ابن عباس رض سے مروی ہے کہ بعض بنی اسرائیل نے فرعون کی موت کے بارے میں شک کیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ فرعون کے جسدِ بے روح کو جس پر لباس بھی موجود ہے زمین کے ایک ٹیلے پر پھینک دے تاکہ لوگوں کو فرعون کی موت کا حقیقی ثبوت مل جائے بدن یعنی جسم بلا روح اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ یعنی اکثر لوگ ہماری نشانیوں سے عبرت و نصیحت حاصل نہیں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ ہلاکت یوم عاشورہ میں ہوتی تھی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینے آئے تو ان دنوں یہود عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے پوچھا کہ اس دن کیوں روزہ رکھتے ہو تو یہود نے کہا اس دن موسیٰ ع فرعون پر غالب آئے تھے، تو حضرت ص نے فرمایا کہ اے میرے لوگو! تم اس روز روزہ رکھنے کے یہود سے زیادہ مستحق ہو اس لئے عاشورہ کا روزہ رکھا کرو۔

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانا رہنے کو دیا اور ہم نے ان کو

رَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰی

نفیس چیزیں کھانے کو دیں۔ سو انھوں نے اختلاف نہیں کیا یہاں تک کہ ان کے

جَآءَھُمُ الْعِلْمُ اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَھُمْ یَوْمَ

پاس علم پہنچ گیا یقینی بات ہے کہ آپکا رب انکے درمیان قیامت کے دن ان امور میں

الْقِیٰمَةِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾

فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے ○

اللہ پاک بنی اسرائیل پر اپنی دینی اور دنیوی نعمتوں کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو رہنے کے لئے اچھی جگہ دی یعنی بلادِ مصر و شام جو بیت المقدس کے قریب ہیں اللہ تعالیٰ نے جب فرعون کو ہلاک کر دیا تو حکومت موسیٰ بلادِ مصر پر قابض و متصرف ہو گئی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس قوم کو وارث بنا دیا جو مشرق و مغرب ہر جگہ کمزور تھی ہم نے انھیں برکت دی۔ اور بنی اسرائیل سے تمہارے رب کا وعدہ پورا ہوا کیونکہ انھوں نے صبر کیا تھا اور فرعون کی قوم نے جو کچھ محلات تیار کی تھیں سب تہس نہس کر دی گئیں۔ ہم نے انھیں باغوں اور چشموں سے نکال باہر کیا خزانے ان سے چھین لئے اور ان سب کا وارث بنو اسرائیل کو بنا دیا۔ انھوں نے بے شمار باغات و چشمے چھوڑے تھے لیکن بنی اسرائیل موسیٰ سے ہمیشہ ہی بلادِ بیت المقدس کا مطالبہ کرتے رہتے تھے جو خلیل اللہ کا وطن ہے ان دنوں یروشلم پر قوم عمالقہ کا قبضہ تھا۔ بنو اسرائیل کو ان سے لڑنے کے لئے کہا گیا تو وہ انکار کر بیٹھے تو اللہ پاک نے انھیں دشتِ تیہ میں گم کر دیا۔ چالیس برس وہاں گزرے اس عرصہ میں ہارون اور پھر موسیٰ ؑ وفات پا گئے۔ اب بنی اسرائیل تیہ سے یوشع بن نون کی معیت میں باہر نکلے اور اللہ نے بیت المقدس ان کے ہاتھوں فتح کرا دیا یہ عرصہ تک ان کے قبضہ میں رہا۔ پھر بخت نصر نے قبضہ کر لیا۔ پھر دوبارہ بنو اسرائیل کا قبضہ ہوا۔ پھر ملوکِ یونان اس پر متصرف ہوتے ان کے احکام طویل مدت تک چلتے رہے۔ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے عیسٰے بن مریم ؑ کو بھیجا۔ یہود نے حضرت عیسیٰ کی دشمنی میں ملوکِ یونان سے سازباز کی حضرت عیسیٰ ؑ کی چغلیاں کھائیں اور کہا کہ عیسیٰ رعایا میں فساد و فتنہ پیدا کر رہا ہے۔ ملکِ یونان نے ان کو پکڑ کر سولی دینا چاہی۔ لیکن مشیتِ باری سے ایک حواری پر عیسٰے ؑ کا گمان ہو گیا، اس کو پکڑ کر سولی دیدی گئی اور گمان کیا کہ عیسیٰ یہی تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسٰے علیہ السلام کو انھوں نے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انھیں اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔ اللہ عزیز و حکیم ہے۔ پھر مسیح علیہ السلام کے تقریباً تین سو برس بعد ایک یونانی بادشاہ قسطنطین نے دین نصرانی قبول کیا۔ لیکن یہ فیلسوف تھا۔ کہتے ہیں کہ دین نصاریٰ میں تقیہ اور حیلہ کے طور پر شامل ہو گیا تھا تاکہ دین عیسیٰ میں فتنہ پروازی کرے نصرانی پادریوں نے اس کے حکم سے شریعت کے نئے نئے قانون وضع کئے، بدعتیں پھیلائیں چھوٹے بڑے کنیسے اور عبادت گاہیں بنائیں ہیاکل و معابد قائم کئے۔ اس زمانے میں دین نصرانیت بہت پھیل گیا اور تغیر و تحریف اس میں ہونے لگیں۔ رہبانیت پیدا ہو گئی سچے دین مسیح کی مخالفت ہونے لگی حقیقی دین صرف چند عبادت گزاروں کے اندر ہی باقی رہ گیا۔ اب یہ بھی راہبوں کی شکل میں جنگلوں اور بیابانوں میں صومعے بنا کر رہنے لگے۔ نصاریٰ کا قبضہ شام، جزیرہ اور بلادِ روم پر ہو گیا اسی بادشاہ نے شہر قسطنطنیہ اور قمامہ بسایا۔ بیت المقدس میں بیت اللحم اور کنائس بنائے۔ حوران کے شہر بسائے جیسے بصریٰ وغیرہ۔ بڑی بڑی محکم عمارتیں بنائیں۔ یہیں سے صلیب پرستی کی ابتدا پڑی۔ مشرقِ بعید تک جا پہنچے اور وہاں بھی کنیسے بنائے خنزیر کا گوشت حلال کر لیا دین کے فروع اور اصول میں عجیب عجیب بدعتیں پیدا کیں۔ امانت حقیرہ کا اصول وضع کر کے امانت کبیرہ کا نام رکھ دیا۔ بادشاہ کے حکم سے نئے نئے قوانینِ شریعت بنا لئے اس کی شرح بہت طویل ہے۔ غرض یہ کہ ان بلاد پر ان کا قبضہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے زمانے تک

رہا حتی کہ بیت المقدس حضرت عمر بن خطابؓ کے ہاتھوں فتح ہوا للہ الحمد علی ذالک۔ ہم نے انہیں پاک پاک چیزیں دیں تھیں تاکہ طیب چیزیں کھائیں۔ لیکن معلومات مذہبی کے باوجود وہ اختلاف کرنے لگے حالانکہ اختلاف فی المذہب کی کوئی وجہ ہی نہیں تھی۔ اللہ نے تو سب باتیں بلا التباس صاف صاف بیان کر دی تھیں حدیث میں ہے کہ یہود نے اکہتر فرقے بنا لئے تھے اور نصاریٰ نے بہتر بنائے اور میری امت تہتر فرقے بنائے گی جن میں سے صرف ایک ناجی ہوگا اور باقی سب ناری۔ حضرت ﷺ سے پوچھا گیا وہ ایک کون؟ آپ نے فرمایا، جس پر میں اور میرے اصحاب چل رہے ہیں۔ اسی لئے اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ میں قیامت کے روز ان کے اختلافات کا فیصلہ کر دوں گا ۔

کرتا ہوں نہ مجھے پوچھنے کی ضرورت ہے اس آیت میں امت کو ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ نبی کی صفت کتب متقدمہ توریت وانجیل میں موجود تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو لوگ نبی امی کی پیروی کرتے ہیں وہ اس بنا پر کہ آپ کی صفات توریت وانجیل میں مکتوب پاتے ہیں لیکن اسکے باوجود کہ وہ نبی کی صداقت کو اس عمدگی کیساتھ جانتے ہیں جس طرح اپنے بچوں کو پھر بھی اس صداقت کو چھپاتے ہیں، تحریف و تبدیل انجیل میں کر دیتے ہیں قیام حجت کے باوجود ایمان نہیں لاتے۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا کہ ان پر حق کی حجت قائم ہو چکی ہے لیکن کیسا ہی ثبوت ان کو کیوں نہ ملے یہ اسوقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں گے۔ لیکن اسوقت ان کا ایمان لانا کچھ نفع بخش نہ ہوگا۔ قوم کے اسی درجہ پر پہنچ جانے کے بعد ہی موسیٰ علیہ السلام نے اس پر بددعا کی تھی کہ اے خدا ان کے اموال فنا کر دے۔ ان کے دلوں پر مہر لگا دے، عذاب کے بغیر یہ نہ مانیں گے اسی طرح فرمان باری ہے کہ اگر ہم ان پر ملائکہ بھی نازل کر دیں اور مردے بھی ان سے بات کرنے لگیں اور ہر چیز ان کے لئے جمع کر دیں پھر بھی یہ ایمان لانے والے نہیں اور ان میں سے اکثر تو جانتے ہی نہیں ہیں ۔

فَإِن كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ فَسْـَٔلِ

پھر اگر آپ کسی طرف سے شک میں ہوں جسکو ہم نے آپکے پاس بھیجا ہے تو آپ ان

الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ

لوگوں سے پوچھ دیکھئے جو آپسے پہلی کتابوں کو پڑھتے ہیں بے شک آپ

جَآءَكَ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ

کے پاس آپکے رب کی طرف سے سچی کتاب آئی ہے آپ ہرگز شک کرنیوالوں میں سے

الْمُمْتَرِينَ (94) وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ

نہ ہوں۔ اور نہ ان لوگوں میں ہوں جنھوں نے اللہ کی

كَذَّبُوا بِـَٔايَٰتِ اللَّهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخَٰسِرِينَ (95)

آیتوں کو جھٹلایا کہیں تباہ نہ ہوں جائیں۔

إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا

یقیناً جن لوگوں کے حق میں آپکے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ

يُؤْمِنُونَ (96) وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ ءَايَةٍ حَتَّىٰ

ایمان نہ لاویں گے۔ گو ان کے پاس تمام دلائل پہنچ جاویں جب تک

يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ (97)

کہ عذاب دردناک کو نہ دیکھ لیں ۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ ءَامَنَتْ فَنَفَعَهَآ إِيمَٰنُهَآ

چنانچہ کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا ہاں

إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّآ ءَامَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ

مگر یونس کی قوم۔ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی

عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَ

کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا اور ان کو

مَتَّعْنَٰهُمْ إِلَىٰ حِينٍ (98)

ایک وقت خاص تک عیش دیا ۔

قتادہ بن دعامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ نہ میں شک

امم سابقہ میں سے کوئی بھی امت ساری کی ساری ایمان نہیں

لاتی جس کی طرف کہ ہم نے اپنے پیغمبر بھیجے تھے بلکہ تم سے پہلے بھی اے محمدؐ جو رسول آیا، ضرور اس کی تکذیب کی گئی، جیسا کہ قولِ باری ہے کہ افسوس بندوں پر کہ رسول اُن کے پاس آتا پر تو اس کا مذاق اُڑاتے بغیر نہیں رہتے یا یہی کہتے ہیں کہ یہ تو جادوگر ہے یا یہ کہ مجنون ہے۔ جس قریہ میں بھی ہمارا کوئی نبی پہنچا تو وہاں کے خوش حالوں نے یہی کہا کہ ہم تو اپنے آباؤ اجداد کے نقشِ قدم پر چلیں گے۔: حدیث صحیح میں ہے کہ "انبیاء میرے سامنے پیش کئے گئے۔ کسی نبی کے ساتھ بڑی بڑی جماعتیں اُمتیوں کی تھیں اور کسی نبی کے ساتھ ایک ہی آدمی تھا اور کسی نبی کے ساتھ دو آدمی اور کسی کے ساتھ تو ایک بھی نہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی امت کی کثرت کا ذکر فرمایا۔ پھر اپنی امت کی کثرت کا ذکر جس نے کہ مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیا تھا غرض یہ کہ قوم یونس ع کے سوا کسی ملک کی قوم سب کی سب ایمان نہیں لائی۔ یونس ع کی قوم اہلِ نینوا تھے انکا ایمان عذاب دکھائی دینے کے بعد ڈر کی بنا پر تھا۔ عذاب سے ڈرا کر اللہ کا نبی اپنی قوم کے اندر سے باہر نکل گیا تھا اب ان لوگوں کو سخت افسوس ہوا، خدا کی پناہ چاہی، اللہ سے فریاد و زاری کی اپنے بچوں اور مویشیوں سب کو لے کر خدا کے سامنے گڑگڑائے ہوئے کہ اللہ سے درخواست کی کہ جس عذاب کی نبی نے خبر دی ہے اور پھر ہم سے جدا ہو گیا ہے اسکو دور فرما دے اس وقت اللہ نے ان پر رحم کیا، عذاب جو سامنے آچکا تھا ہٹ گیا۔ جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ قوم یونس جب ایمان لے آئی تو حیاتِ دنیوی میں ان پر آیا ہوا عذاب ہم نے ہٹا لیا اور جیتے رہنے تک اس عذاب سے ہم نے انھیں بچا لیا، مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا صرف دنیوی عذاب ہٹا یا عذابِ آخرت بھی ہٹ گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ صرف دنیا کا عذاب۔ کیونکہ آیت سے صرف اسی پر روشنی پڑتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ہم نے نبی کو ایک لاکھ سے زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا تھا، وہ ایمان لائے۔ چنانچہ میعادِ معینہ تک ہم نے انھیں مستفید فرمایا یہاں ایمان کا لفظ مطلق ہے بلا قید ہے اور مطلق ایمان تو عذابِ اخروی سے نجات دینے والا ہوتا ہے واللہ اعلم

قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عذاب آچکنے کے بعد کوئی قوم ایمان لائے تو نہیں چھوڑا جاتا ہے لیکن جب یونس ع نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا اور لوگ سمجھ گئے کہ اب عذاب سے نجات نہیں تو انکے دلوں میں توبہ کے جذبات پیدا ہوئے انھوں نے خراب کپڑے پہن کر اپنے کو بدحال بنا لیا۔ مویشیوں کا گروہ اور ان کے بچوں کا گروہ الگ الگ کیا۔ اپنے ساتھ بچوں جانوروں تک کو لے گئے چالیس دن تک فریاد و زاری کی۔ اللہ نے اُنکے خلوصِ نیت اور توبہ کی صداقت کو دیکھ کر آگھرا ہوا عذاب ان پر سے ہٹا لیا۔ قوم یونس ارضِ موصل میں نینوی کی رہنے والی تھی ابن مسعود فَلَوْلَا كَانَتْ کو فَهَلَّا كَانَتْ پڑھتے ہیں غرض یہ کہ عذاب انکے سروں پر اس طرح منڈلا رہا تھا جیسے تاریک رات میں بادل کے ٹکڑے یہ لوگ اپنے ایک عالم کے پاس گئے کہ ہمیں ایک دعا لکھ دیجیے کہ جس کی برکت سے عذاب ٹل جائے۔ اس نے یہ دعا لکھ دی تھی: يَا حَيُّ حِينَ لَا حَيَّ يَا حَيُّ مُحْيِ الْمَوْتٰى يَا حَيُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ چنانچہ عذاب ٹل گیا یہ تمام قصہ سورۃ الصّٰفّٰت میں ان شاء اللہ بیان ہوگا۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب

كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى

ایمان لے آتے سو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں جس

يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ

میں وہ ایمان ہی لے آویں   حالانکہ کسی شخص کا ایمان لانا بدون

تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ

خدا کے حکم کے ممکن نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بے عقل

عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

لوگوں پر گندگی واقع کر دیتا ہے۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ اے محمدؐ اگر اللہ چاہتا تو سب کے سب ایمان لے آتے لیکن اللہ جو کچھ کرتا ہے اس میں حکمت ہوتی ہے خدا کی مرضی ہوتی تو سب ایک ہی خیال کے ہوتے لیکن لوگ مختلف الرائے ہیں صحیح رائے پر وہ ہیں جن پر اللہ کا رحم ہے اور ان کی فطرت بھی ایسی

ہی بناتی ہے۔ خدا کی یہ بات پوری ہو کر رہے گی کہ میں جہنم کو جنات اور انسانوں سے بھر دوں گا اگر سب کے سب ہدایت یافتہ ہوتے تو ایمان کیا بے معنی سی بات نہ ہو کر رہ جاتا۔ اللہ فرماتا ہے کہ کیا تم مجبور کر کے انھیں مومن بنانا چاہتے ہو، نہ یہ تم پر واجب ہے نہ تمہارے لئے سزاوار ہے اور اللہ جس کو چاہے گمراہ کرے اور جس کو چاہے ہدایت دے۔ تم ان پر افسوس کر کے اپنا دل نہ کڑھاؤ۔ اس خیال کے تحت کہ وہ ایمان نہیں لا رہے ہیں کیا تم اپنی جان ہلاک کر دو گے تم اپنی طاقت سے کسی کو راستی پر نہیں لا سکتے تمہارا کام تو صرف تبلیغ کر دینا ہے پھر انکو نمٹنا ہم سے ہے تم فقط ناصح ہو نصیحت کر دو سمجھا دو۔ اس کے بعد تم ذمہ دار نہیں۔ یہ آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ اپنے ارادہ کا آپ فاعل ہے کوئی ایمان نہیں لا سکتا خدا کی مرضی کے بغیر عقل سے کام نہ لینے والے گمراہ کر دیئے جاتے ہیں اللہ پاک ہدایت کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں عدل پر ہے

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

آپ کہدیجئے کہ تم غور کرو کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں اور

وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ

جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کو دلائل اور دھمکیاں کچھ فائدہ

لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ یَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا

نہیں پہنچاتی ہیں سو وہ لوگ صرف ان لوگوں کے سے واقعات کا

مِثْلَ اَیَّامِ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ

انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ

فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾

اچھا تو تم انتظار میں رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں

ثُمَّ نُنَجِّیْ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ

پھر ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچا لیتے ہیں ہم اسی طرح سب

حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع

ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں یہ ہمارے ذمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی رہنمائی فرما رہا ہے کہ ساری کائنات میں ہماری جو نشانیاں جیسے آسمان، ستارے، سیارے، شمس و قمر لیل و نہار پھیلی ہوئی ہیں، اس پر نظر بصیرت ڈالو کہ رات میں دن اور دن میں رات کیسے داخل ہو جاتی ہے۔ کبھی دن بڑا اور کبھی رات بڑی۔ آسمان کی بلندی اور پھیلاؤ، ستاروں سے اس کی زیب و زینت، آسمان سے پانی برسنا۔ زمین کا سوکھ جانے کے بعد پھر زندہ و سرسبز ہو جانا درختوں میں پھل پھول کلیاں پیدا ہونا۔ مختلف نباتات کا اگنا، مختلف نوع کے جانوران کی شکلیں الگ الگ، ان کے رنگ انکے افادات سب الگ۔ پہاڑ چٹیل میدان، جنگل باغ، آبادیاں اور ویرانے، سمندر کی تہہ کے عجائبات، موجیں، ان کے مد و جزر، اس کے باوجود سفر کرنے والوں کے لئے سمندر کا مسخر ہو جانا، جہازات چلنا یہ سب خدائے قادر کی نشانیاں ہیں جس کے سوا کوئی دوسرا خدا ہے ہی نہیں لیکن افسوس کہ یہ ساری نشانیاں کافروں کے غور و فکر کا کچھ بھی سبب نہیں بنتیں خدا کی دلیل ثابت ہو چکی ہے، ایمان نہیں لاتے ہیں لاتیں یہ لوگ تو انھیں عذاب کے دنوں کا انتظار کر رہے ہیں جس سے سابقہ پہلے کی قوموں کو پڑا تھا اے نبی صلعم کہدو کہ وقت کا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں اور جب ختم انتظار پر عذاب آ جائیگا تو پھر ہم اپنے رسولوں کو بچا لیں گے اور ان کی امت کو بھی اور پیغمبروں کا انکار کرنے والوں کو ہلاک کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے لیا ہے کہ مومنین کو بچائے جیسے کہ نیکوکاروں پر رحمت اپنے ذمہ لے لی ہے صحیحین میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ، اللہ کی کتاب لوحِ محفوظ جو عرش پر ہے اس میں مکتوب ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے ❊ ❊ ❊

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ

ع ۱۱ ۱۰ ۵ آپ کہدیجئے کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو

دِیْنِیْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ

تو میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم خدا کو چھوڑ کر

دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ

عبادت کرتے ہو لیکن ہاں اس معبود کی عبادت کرتا ہوں جو

يَتَوَفّٰىكُمْ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ

تمہاری جان قبض کرتا ہے اور مجھکو یہ حکم ہوا ہے کہ ایمان لانے والوں میں سے ہوں

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ

اور یہ کہ اپنے آپ کو اس دین کی طرف اس طرح متوجہ رکھنا کہ اور سب طریقوں سے

حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا

علیحدہ ہو جاؤ اور کبھی مشرک مت بننا اور خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت

تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ

مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر ایسا کیا

فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَ

تو تم اس حالت میں حق ضائع کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ اور

اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ

اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچا دے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور

اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ

کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تمکو کوئی راحت پہنچانا چاہے تو اسکے فضل کا کوئی

يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ

ہٹانے والا نہیں وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں مبذول فرمائیں اور وہ

الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾

بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے ؂

اللہ پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ اے نبی صلعم! اسنا دو کہ میں دین حنیف جو لایا ہوں، جس کی وحی مجھ پر اتری ہے اگر اس کی صحت میں بہرحال تمھیں شک ہو تو میں تو تمہارے معبودوں کی کبھی پرستش نہ کروں گا۔ میں خدائے وحدہٗ لاشریک کا بندہ ہوں جو تمھیں موت دیتا ہے اور جس نے زندگی دی تھی یقیناً تم سب کو اسی کی طرف جانا ہے فرض کرو کہ درحقیقت تمہارے معبود حق ہیں تو ان سے کہو کہ مجھے نقصان پہنچائیں۔ یاد رکھو کہ ان میں مضرت و نفع پہنچانے کی کوئی قدرت نہیں ہے، نفع و ضرر تو خدائے لا شریک کے ہاتھ میں ہے۔ اے نبی صلعم! کفار سے اعراض کر کے باخلاص تمام خدا کی عبادت میں لگ جاؤ، شرک کی طرف ذرا کبھی نہ جھکنا۔ اگر مضرت و نقصان کے اندر خدا تمھیں گھیرے تو کون اس گھیرے سے تم کو باہر نکال سکتا ہے۔ نفع و ضرر، خیر و شر تو خدا کی طرف راجع ہے ؂ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت نے فرمایا! عمر بھر خیر کے طالب رہو اور خدا کے نعمات کو پیش رکھو خدا کی رحمتوں کی ہوائیں جس خوش نصیب کو پہنچ گئیں تو پہنچ گئیں وہ جس کو چاہے رحمت سے سرفراز فرمائے اور اللہ پاک سے درخواست کرو کہ تمہاری عیب پوشی کرتا رہے اور تمھیں آفات زمانہ اور آفات نفس سے امن میں رکھے وہ غفور الرحیم ہے کیسا ہی گناہ کیوں نہ ہو توبہ کرلو حتیٰ کہ شرک کر کے بھی توبہ کر لو تو وہ قبول کرلے ؂

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے پہنچ چکا ہے

رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ

سو جو شخص راہ راست پر آجاویگا سو وہ اپنے واسطے راہ راست پر آجاویگا اور جو شخص

وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ

بے راہ ہو جاویگا تو اسکا بے راہ ہونا اسی پر پڑیگا۔ اور میں تم پر مسلط

بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ

نہیں کیا گیا۔ اور آپ اسکا اتباع کرتے رہئے جو آپکے پاس وحی بھیجی جاتی ہے اور صبر کیجئے

حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ښ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دیں گے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں اچھے ہیں ؂

اللہ پاک نبی صلعم سے فرماتا ہے کہ لوگوں سے کہہ دو کہ خدا کے پاس سے جو کچھ وحی آئی ہے وہ حق ہے اس میں ذرہ بھر بھی شبہہ نہیں جس نے ہدایت پائی اور اتباع کی اسکا فائدہ آپ اسکو پہنچیگا اور جو ہدایت حاصل نہ کرے اسکا وبال اسکی اپنی جان پر ہے میں کوئی خدائی فوجدار نہیں کہ زبردستی تم کو مومن بناؤں۔ میں تو خدا کے عذاب سے صرف ڈرانے والا ہوں، ہدایت دینا اللہ کا کام ہے۔ اے نبی صلعم! تم آپ وحی کی پیروی کرو خدا کی وحی کو مضبوطی سے پکڑے رہو جو تمہاری مخالفت کر رہے ہیں

اس پر صبر کرو حتی کہ خدا کا حکم فیصل آ جائے وہ خیر الحاکمین ہے۔

تفسیر سورۂ ہود علیہ السلام یہ سورت مکی ہے

حضرت ابو بکر صدیق رضی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کو کس چیز نے بوڑھا بنا دیا آپ نے فرمایا کہ سورۂ ہود، واقعہ، عم یتساءلون، اور اذا الشمس کورت نے، دوسری روایت میں ہے کہ ہود اور اس کی ساتھ والی سورتیں اور سورۂ حاقہ نے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑی رحمت والا ہے۔

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ

الرٰ یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں

لَّدُنْ حَكِیْمٍ خَبِیْرٍ ﴿۱﴾ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ

ایک حکیم باخبر کی طرف سے۔ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو

اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ ﴿۲﴾ وَّ اَنِ

میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں اور یہ کہ تم لوگ اپنے گناہ

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ یُمَتِّعْكُمْ

اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو وہ تم کو وقت مقررہ

مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ یُؤْتِ كُلَّ

تک خوش عیشی دے گا اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو

ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْۤ اَخَافُ

زیادہ ثواب دے گا۔ اور اگر تم لوگ اعراض کرتے رہو تو مجھ کو تمہارے لئے

عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ كَبِیْرٍ ﴿۳﴾ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ

ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ تم کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے

وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴﴾

اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

سورۂ بقرہ میں حروف ہجاء پر بحث گزر چکی ہے اسکے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ اس لئے اس پر روشنی نہیں ڈالی جاتی ہے۔

اللہ کی آیتیں محکم ہیں فصلت کے معنی ہیں کہ صورۃً و معنیً یہ آیتیں کامل ہیں۔ یہ اللہ حکیم و خبیر کی طرف سے نازل شدہ ہیں وہ اقوال میں حکیم ہے اور نتائج امور میں خبیر ہے حکم دیا جاتا ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اس سے پہلے بھی جس کسی رسول کی طرف ہم نے وحی بھیجی تو یہی کہ میں اکیلا خدا ہوں پرستش میری ہی کرو ہم نے ہر قوم میں پیغمبر بھیجا ہے کہ عبادت صرف خدا کی کرو اور بتوں کی پرستش سے بچو میں تمہیں دوزخ سے ڈراتا بھی ہوں اور جنت کی بشارت بھی دیتا ہوں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑ پر چڑھ کر قریش کے قبیلوں کو آواز دی تھوڑی ہی دیر میں یکے بعد دیگرے سب جمع ہو گئے آپ نے فرمایا کہ اے قبیلہ قریش اگر میں تمہیں خبر دوں کہ صبح ہوتے ہی ہوتے دشمن تم پر حملہ کرنے کے لئے آ پہنچنے والا ہے، تو میری بات تم سچ مانو گے کہ نہیں؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا، ہمیں تو کبھی تجربہ نہیں ہوا کہ تم نے کوئی بات جھوٹ موٹ کہدی ہو، تو آپ نے فرمایا کہ سنو! میں خدا کے عذاب شدید سے تمہیں آگاہ کر دیتا ہوں کہ وہ تمہیں آ لینے والا ہی ہے، اب بھی خدا سے معافی مانگ لو، توبہ کر لو۔ وہ خدا تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گا اور ہر صاحب فضل کو اپنے فضل سے بہرہ ور فرمائے گا وہ دنیا میں تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے گا اور دار آخرت میں بھی جو کبھی مرد و عورت بشرطیکہ ایمان لے آئے ہم اسے مرنے کے بعد حیات طیبہ کے ساتھ اٹھائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد رضی سے کہا کہ اگر تم کسی پر کچھ خرچ کرو اور تمہاری نیت خالص لوجہ اللہ ہے تو یقیناً اس کا اجر پاؤ گے حتی کہ جو اپنی عورت کو کھلاتے ہو اس کا بھی اجر تمھیں ملے گا، جس نے برا عمل کیا اس پر ایک گناہ لکھا گیا اور جس نے ایک نیکی کی اس پر دس اجر لکھے گئے۔ اگر دنیا میں ایک عمل بد کی اس کو سزا دی گئی ہو تو اس کے دس حسنات اس کے حق میں رہتے ہیں اور اگر دنیا میں اسے سزا نہ دی گئی ہو تو اس کے دس حسنات میں سے ایک نیکی سوخت ہو جاتی ہے

اور اس کے تو حسنات اسی کے حق میں رہ جاتے ہیں پھر فرمایا کہ وہ شخص بڑے خسارے میں رہا کہ اس کی اکائیاں اس کے ہر عشرہ پر غالب آجاتی ہوں۔ اگر تم روگردانی کرو گے تو مجھے تم پر عذابِ قیامت کا خوف ہے۔ یہ اس شخص کے لئے جو اوامرِ الٰہی سے منھ پھیرتا ہے رسولوں کی تکذیب کرتا ہے تو یقیناً قیامت کے روز عذاب سے دوچار ہوگا تمھاری بازگشت خدا کی طرف ہے وہ اپنے اولیا پر احسان کرنے اور اعداء کو سزا دینے پر قادر ہے۔ اور اعادۂ خلق پر قادر ہے۔ یہ زبردست تنبیہہ ہے جیسا کہ اس سے پہلے ترغیب دی گئی تھی ؛ ؛ ؛

أَلَآ إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ

یاد رکھو وہ لوگ دہرا کئے دیتے ہیں اپنے سینوں کو تاکہ اپنی باتیں خدا سے چھپا سکیں

أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا

یاد رکھو کہ وہ لوگ جسوقت اپنے کپڑے لپیٹتے ہیں وہ اسوقت بھی سب جانتا ہے جو

يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ

کچھ چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر باتیں کرتے ہیں۔ بالیقین وہ دلوں

بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑤

کے اندر کی باتیں جانتا ہے ؛

ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ لوگ کھلے آسمان کے سامنے بول و براز کرنے اور صحبت کرنے سے بچتے تھے تو اللہ نے یہ آیت اتاری ابن عباس رضؓ نے یثنون کو تثنونی پڑھا ہے تو ابن جعفر نے کہا کہ تثنونی صدورھم کا کیا مطلب ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ وہ آدمی جو کہ صحبت کرتے شرم اختیار کرتا ہے یا خلوت کرنے میں بھی اس کو شرم دامنگیر ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ آیت اتری۔

ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ لوگ کھلے آسمان کے نیچے خلوت کرنے اور صحبت کرنے سے شرم کرتے تھے اور اپنے رخ پھیر لیتے تھے خصوصاً اسوقت جبکہ رات کو بستر اوڑھ کر لیٹ جاتے اور اپنے سر ڈھانک لیتے ان کا خیال یہ تھا کہ اگر ہم مکان میں رہ کر یا کپڑا اوڑھ کر کسی برے کام کا ارتکاب کریں تو خدا سے اپنے گناہ کو چھپا سکتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وہ رات کی تاریکی میں سو وقت کپڑا اوڑھ لیتے ہیں لیکن کوئی چھپائے کہ ظاہر کرے اللہ تعؒ واقف رہتا ہے حتیٰ کہ انسان کے دل کی نیت اور ضمیر کے ارادوں اور بھیدوں کو بھی جانتا ہے "سبعہ معلقات" کا مشہور شاعر زہیر کہتا ہے ؎

فلا تكتمن الله ما في قلوبكم　ليخفى ومهما يكتم الله يعلم

يؤخر فيوضع في كتاب فيدخر　ليوم الحساب او يعجل فينقم

تم اپنے دلوں کی مخفی بات کو خدا سے چھپانے کی کوشش نہ کرو خدا فرد جان لیتا ہے وہ عمل جمع رہیگا اور نامۂ اعمال میں یوم قیامت کیلئے محفوظ رہیگا ورنہ جلدی سزا دی گئی تو دنیا ہی میں سزا دیدی جائے گی ؛ ؛

اس زمانۂ جاہلیت کے شاعر نے بھی وجودِ صانع کا اعتراف کیا ہے اور یہ بھی کہ وہ جزئیات سے بھی واقف ہے، معاد ہے جزا ہے نامۂ اعمال ہیں، یوم قیامت ہے کہتے ہیں کہ کسی مشرک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے جاتے وقت اپنا منھ موڑ لیا اور سر ڈھانک لیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ لیکن اس بات کو خدائے تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔ یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے چھپنا چاہتے ہیں کیونکہ اس کے بعد ہی آتا ہے الا حین یستغشون ثیابھم الخ ابن عباس رضؓ نے الا انھم تثنونی صدورھم پڑھا ہے۔ اس کے معنی بھی قریب قریب وہی ہیں ؛ ؛ ؛ ؛ ؛

گیارھواں پارہ ختم ہوا، الحمد للہ

ناشر:- مسعود پبلشنگ ہاؤس دیوبند یوپی